بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۱　　ماہ دسمبر ۲۰۱۳ء مطابق صفر المظفر ۱۴۳۵ھ　　شمارہ نمبر ۱۲

مدیر

خلیل الرحمان سجاد نعمانی

E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہِ اولیں	مدیر	۳
۲	محفلِ قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۷
۳	کچھ قیمتی باتیں	حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ	۱۷
۴	بچوں کی پرورش	حضرت مولانا ذو الفقار احمد نقشبندی	۱۹
۵	دینی مدارس کا نصاب	مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن	۳۳
۶	حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ	مولانا امداد الحق بختیار	۳۹
۷	مولانا محب الحق مرحوم	جناب نفیس الرحمٰن سنبھلی	۴۶
۸	الفرقان کی ڈاک		۴۹

اگر اس دائرہ میں ⬭ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغہ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے ــــ منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے ذمہ دار حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب وجوار کے حضرات اُن سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹرا)	مفتی حسنین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹرا)	قاسمی بکڈپو	+91-9960070028
	طٰہٰ بکڈپو	+91-9326401086
	الطاف بکڈپو	+91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اتر پردیش)	مکتبہ کاصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹرا)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطۂ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زرتعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عمومی -/Rs.200

☆ سالانہ زرتعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی ۱) عمومی -/Rs.230

۱ اس صورت میں پہلے سے زرتعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ۔ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ :
Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۱۱۴/۳۱ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن ۲۲۶۰۱۸ - یوپی - انڈیا - فون نمبر: Ph:0522-4079756

Monthly ALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA
e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔۔۔۔۔

خلیل الرحمن سجاد کے لئے پرنٹر وپبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۱۱۴ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

مدیر

ابھی تھوڑے دنوں پہلے تک ہمارے ملک کے ذرائع ابلاغ اور تمام باشندگان ملک کے ذہن ودماغ پر ''مہنگائی'' اور ''کرپشن'' (بدعنوانی) یہ دو مسئلے ہی چھائے ہوئے تھے، اخبارات اور ٹی وی پر انہی دونوں مسائل کا تذکرہ ہورہا تھا، زوردار احتجاجی تحریکیں بھی میدان میں دکھائی پڑ رہی تھیں۔ ہر شخص کی زبان پر بھی انہی مسئلوں کا ذکر تھا، مگر جیسے جیسے الیکشن قریب آتا گیا، اچانک یہ مسئلے ذرائع ابلاغ سے غائب ہوگئے، اب ہر طرف ایک ہی بات کا تذکرہ ہے کہ ''مودی کو لاؤ'' یا ''مودی'' سے ملک کو بچاؤ۔

جس طرح اچانک پورے ملک کے عوام کی توجہ کو حقیقی مسائل REAL ISSUES سے ہٹا کر نام نہاد سیکولر اور فرقہ پرست پارٹیوں کی مصنوعی لڑائی کی طرف مرکوز کردیا جاتا ہے اور جس طرح حکمراں اور پوزیشن پارٹیوں کے مکمل اشتراک وتعاون سے ملک کی حقیقی صورت حال کی طرف سے عوام کی توجہ بار بار ہٹائی جاتی ہے اس پر ہمارے باشعور حضرات کو ضرور غور کرنا چاہئے۔

بات بالکل سیدھی اور صاف ہے۔ پارلیمانی جمہوری سیاست میں دستور یہ ہے کہ ایک ہی نظریہ اور مزاج کے لوگ عام طور پر کم ازکم دو پارٹیوں میں اپنے کو تقسیم کرلیتے ہیں، یہ دونوں پارٹیاں بظاہر ایک دوسرے کی سخت مخالف اور حریف نظر آتی ہیں، مگر درحقیقت دونوں کے مقاصد اور پالیسیوں میں کوئی اصولی فرق نہیں ہوتا۔ اور ہوتا یہ ہے کہ عوام جب ایک سے ناراض ہوتے ہیں تو وہ دوسری پارٹی کو اقتدار سونپ دیتے ہیں۔ نتیجۃً حکومت کی پالیسیوں اور ملک کی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی جاری رہتی ہے۔ امریکہ وبرطانیہ سے لے کر اپنے ملک تک کی صورت حال پر آپ نظر ڈالیں گے تو آپ کو اس اجمال کی تفصیل کے سوا کچھ اور نظر نہیں آئے گا۔ اسی بنا پر ہم نے کہا ہے کہ الیکشن کی آمد پر دونوں پارٹیوں (کانگریس اور بی، جے، پی) نے مل کر، اور دوسرے لفظوں میں برہمن وسرمایہ دار طبقے نے باہمی اشتراک سے ملک کا ایجنڈا، اور عام لوگوں کی توجہ کا مرکز بڑی مہارت کے ساتھ بدل دیا

ہے، اور ایسا ماضی میں بھی ہوا ہے بلکہ مسلسل ہوتا رہا ہے۔

ہندوستانی مسلمان آزادی کے بعد سے اس شاطرانہ سیاست کے جال میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ نام نہاد آزادی کے بعد ملک میں ایک ہی بڑی پارٹی تھی، کانگریس، اس کے بارے میں بتایا جاتا تھا کہ اس میں دونوں عنصر موجود ہیں، ایک عنصر سیکولر ہے وہ مسلمانوں کو ان کے حقوق دلانا چاہتا ہے، وہ تعصب اور تنگ نظری سے پاک صاف، وسیع القلب اور انصاف پسند ہے، اور دوسرے عنصر کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ سخت متعصب، فرقہ پرست اور مسلم دشمن ہے۔ یہ سب بتا کر مسلمانوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ کانگریس کے اندر گھس کر اور اسکی غیر مشروط حمایت کر کے اس کی قیادت کے سیکولر اور انصاف پسند طبقے کو تقویت پہونچائیں۔

ہماری معلومات کی حد تک مسلم عوام وخواص نے اسی مشورے پر عمل کیا، اس کا نتیجہ کیا نکلا اس سلسلے میں مختصراً اتنا کہنا کافی محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان اس نام نہاد سیکولر طبقے کو تقویت پہونچاتے رہے اور وہ ان کو دھوکے پر دھوکے دیتا رہا۔

آگے چل کر اس برہمن شاطر دماغ نے ایک دوسری پارٹی بھی تشکیل دی، جس نے زیادہ کھل کر وہ باتیں کرنی شروع کیں جن کو ہم اپنی عام بول چال میں ''فرقہ پرستی'' کہتے ہیں۔ اب مسلمانوں کی تمام تر سیاسی جدوجہد کا مرکز یہ ہو گیا کہ فرقہ پرست پارٹیوں سے ملک وملت کو بچانے کے لئے وہ نام نہاد سیکولر پارٹیوں کو ہی اقتدار سونپتے رہیں۔ ان نام نہاد سیکولر پارٹیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یا دوسرے لفظوں میں ہماری اس سیاسی حکمت عملی کا کیا نتیجہ نکلا؟ اس سوال کا جواب جاننا ہو تو کانگریس کے پورے دورِ اقتدار کی تاریخ کو سامنے رکھئے، اور ملک کے سب سے بڑے صوبے اتر پردیش میں، جب سے وہ پارٹی برسر اقتدار آئی ہے جسے مسلمانوں نے ''سیکولرزم'' ہی کے نام پر گزشتہ انتخابات میں پوری طاقت لگا کر اقتدار سونپا تھا مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اس تازہ ترین اور تلخ ترین تجربے کو بھی سامنے رکھئے تو آپ کو اس سوال کا صحیح جواب مل جائے گا۔ ہماری سینکڑوں عبادت گاہیں بے حرمتی کا شکار ہیں۔ بے شمار مسجدوں کو مندروں، اور گردواروں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ایک فرد کی غلطی کی سزا پورے علاقے کے مسلمانوں کو اس طرح دی جاتی ہے جیسے وہ سب کے سب غلام ہوں، غلطی کی بھی ضرورت نہیں، صرف جھوٹی افواہیں اس بات کے لئے کافی ہوتی ہیں کہ پورے علاقے کے مسلمانوں پر ہلہ بول دیا جائے، لاکھوں کروڑوں کی املاک جلا کر خاک کر دی جائیں، اور بوڑھوں، بچوں اور عورتوں تک کی تفریق کے بغیر سینکڑوں ہزاروں جانوں کو خاک اور خون میں تڑپا دیا جائے، اردو کو مٹانے میں کی بھرپور کوشش انہی

نام نہاد سیکولر پارٹیوں کے دور اقتدار میں ہوئی، روز اول سے سرکاری نصاب تعلیم میں اس بات کا بھرپور انتظام کیا گیا کہ مسلمان بچے برہمنی تہذیب وعقائد کے رنگ میں رنگ جائیں، ہر سرکاری تقریب کا افتتاح ان نام نہاد سیکولر پارٹیوں ہی کے زیر انتظام برہمنی رسوم کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ہر پولیس اسٹیشن میں مندر بنایا جاتا ہے۔ سرکاری دفتروں میں کھلے عام مورتیاں اور دیوی دیوتاؤں کی تصویریں رکھی جاتی ہے۔ اور سینکڑوں نوجوانوں کو دہشت گردی کے جھوٹے الزامات لگا کر جیلوں میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ اور میڈیا کی پوری طاقت کو استعمال کر کے پوری مسلم قوم کو عام لوگوں کی نظر میں نفرت اور خوف کے لائق ایک وحشی مخلوق بنا دیا جاتا ہے۔ اور ایک بار پھر یاد کر لیجئے کہ یہ سب ان نام نہاد سیکولر پارٹیوں کے ذریعہ ہوتا ہے جنہیں خاص طور پر مسلمان ملک کو فرقہ پرست طاقتوں سے محفوظ رکھنے کے مقصد سے اقتدار سونپنے میں اپنا بھرپور تعاون کرتے ہیں۔

میرے خیال میں ان تمام نقصانات سے بڑھ کر جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا، یا جن کا تذکرہ ملک کی صورت حال کے تذکرہ کے ضمن میں عام طور پر کیا جاتا ہے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کے ساتھ حالات کو بدلنے کی خوددارانہ کوششوں کے عزم وحوصلے سے مستقل طور پر قوم محروم ہوتی جارہی ہے اور غلامانہ ذلت وبے چارگی کی نفسیات قوم میں جڑ پکڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ہم ریلوے پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے مسافر کی طرح نہیں، ایک قلی کی طرح الیکشن کی ریل کا انتظار کرتے ہیں، اور ہمارا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک ''بابو'' کو اتار دیں اور دوسرے کو چڑھا دیں۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ اگر کسی قوم کی قیادت اور اس کے خواص بھی خود اعتمادی اور عزم وحوصلے کے جواہر سے محروم ہوجائیں تو پھر اس قوم کا زوال سے نکلنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوجاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ ہمارے پاس اور کوئی متبادل راستہ نہیں ہے۔ راستہ موجود ہے بس مقصد کے لئے اخلاص، مضبوط عزم وحوصلے اور مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔

آزادی سے پہلے جمیعۃ علمائے ہند میں بعض اہم شخصیات کی یہ رائے تھی کہ ہم جس مقصد کو سامنے رکھ کر جنگ آزادی میں کانگریس کے ساتھ شریک ہیں وہ چونکہ دراصل ''آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے ایک مستحکم شرعی اجتماعی نظام کا قیام ہے'' اس مقصد کے لئے یہ ہرگز کافی نہیں ہے کہ غیر مشروط اور غیر منظم طور پر ہم کانگریس کے ساتھ شریک رہیں اور عام مسلمانوں کو کانگریس کا حامی بلکہ ممبر بناتے چلے جائیں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہوگا کہ ہم اپنی ایک عوامی جماعت بنائیں (یاد رہے کہ اس وقت جمیعۃ

العلماء عوامی جماعت نہیں تھی) اور یہ عوامی جماعت جمیعۃ علماء ہند کی نگرانی میں کانگریس سے معاہدہ کرے، اور کانگریس کی مسلمانوں کو حمایت ان معاہدوں کے عملدرآمد کے ساتھ مشروط ہو، اور وہ حمایت اس عوامی جماعت کے واسطے سے ہو نہ کہ براہ راست، اس طرح مسلمان خود سیاسی طور پر منظم بھی ہوں گے، اور کانگریس ان کا اجتماعی وزن محسوس کرنے پر مجبور ہوگی۔

یہ صحیح ہے کہ اُس زمانے میں یہ تجویز مرکزی سطح پر منظور نہیں ہو پائی تھی، مگر اب حالات کا تقاضا ہے کہ طویل تجربات کی روشنی میں بہت تفصیل اور گہرائی کے ساتھ غور وخوض کر کے نئی حکمت عملی وضع کی جائے۔

حال ہی میں جمیعۃ علمائے ہند ہی کے بعض اعلیٰ سطحی قائدین نے جس طرح بڑے صاف لفظوں میں کانگریس اور دوسری نام نہاد سیکولر پارٹیوں سے کہا ہے کہ وہ ''کام کر کے اور سیکولرزم کے تقاضوں پر واقعۃً عملدرآمد کر کے مسلمانوں سے ووٹ مانگیں، صرف فرقہ پرست طاقتوں سے ڈرا کر ہم سے ووٹ مانگنے کا سلسلہ بند کریں'' اس سے اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ حکمت عملی کے ناکافی اور غیر مفید ہونے کا احساس ہمارے اس حلقے میں بھی ہو رہا ہے۔ خدا کرے ہمارا یہ گمان صحیح ہو اور خدا کرے کہ یہ احساس ایک دیانتدارانہ تجزیے، لمبی منصوبہ بندی اور صحیح سمت میں عملی جدوجہد تک پہونچانے کا بھی کام کردے؛ کہ عام مسلمان، خصوصاً یو۔پی کے تازہ ترین تجربوں کے بعد اب مجسم سوال بن گیا ہے کہ آخر ہم کیا کریں؟

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آج ملک میں جو گروہ منظم اور مضبوط نظر آرہے ہیں ان کے قائدین کو اس مرحلے تک پہنچنے کے لئے سخت محنتیں کرنی پڑی ہیں، نیز یہ راقم سطور شخصی طور پر ایسے لوگوں اور تنظیموں سے بھی واقف ہے جو میڈیا اور الیکشنی سیاست سے فی الحال دور رہ کر گاؤں گاؤں اپنے طبقے کے لوگوں کو بیدار اور منظم کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ اور ایسا لگتا ہے کہ آنے والے دنوں میں وہ ایک بڑی طاقت بن کر ابھریں گے——— الغرض ہمیں اپنے طرز عمل کو تبدیل کرنا ہوگا، وقتی جلسے جلوسوں پر اپنی توانائی صرف کرنے کے بجائے زمینی سطح پر اپنے عوام کو منظم اور بیدار کرنے کی ایک لمبی جدوجہد کرنی ہوگی، نیز ذاتی مفادات کے لئے نہیں صرف اجتماعی فلاح و بہبود اور رضائے الٰہی کے لئے کام کرنے کا انداز اپنانا ہوگا۔ دیکھنا ہے کہ یہ سعادت کس کے حصے میں آتی ہے؟ اور۔

کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق

محفل (۱۳۲) سورۃ المائدۃ (۷)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہٗ

اللہ کے احکام کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں پر درِ ہدایت بند ہوجاتا ہے

ان کا مقدّر پھر دنیا میں رسوا ہونا اور آخرت میں عذاب بھگتنا ہے

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ مِنَ
الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِیْنَ
ھَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْکَ ط یُحَرِّفُوْنَ
الْکَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ
تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا ط وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ط
اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَھِّرَ قُلُوْبَھُمْ ط لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ
وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ط
فَاِنْ جَآءُوْکَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْھُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْھُمْ
فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا ط وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ ط اِنَّ اللّٰہَ
یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ فِیْھَا حُکْمُ
اللّٰہِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ ط وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا
التَّوْرٰۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّنُوْرٌ ۚ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ

هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا
عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا
قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ
بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ
تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۶ وَلْيَحْكُمْ
اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷

ترجمہ

اے پیمبر، وہ لوگ تمہارے لئے باعثِ غم نہ بنیں جو بڑے تیز گام کفر کی راہ میں ہو رہے ہیں۔ کچھ اُن میں سے جو منہ سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے پر دل ان کے مؤمن نہیں ہیں، اور کچھ اُن میں سے جو یہودی ہیں۔ یہ رَسیا جھوٹ سننے کے ہیں اور اُن کی سننے والے جو تمہارے پاس نہیں آتے، وہ کہ جو (کتاب اللہ کے) کلمات کو اس کے واقعی محمل سے پھیر کر کچھ کا کچھ بنایا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فیصلہ اگر تمھیں یہ دیا جائے تو قبول کر لینا اور اگر یہ نہ دیا جائے تو پھر بچ نکلنا۔ اور اللہ جسے فتنہ میں ڈالنا طے فرما دے تو پھر تم کچھ بھی اس کے لئے اللہ کے مقابلہ میں نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کو نہیں منظور ہوا کہ ان کے دلوں کو پاکی بخشے۔ ان کے لئے رسوائی مقدر ہے دنیا میں اور بڑا عذاب ان کیلئے ہے آخرت میں۔ (۴۱) یہ جھوٹ کے ہیں رسیا اور بڑے حرام کے کھانے والے۔ سو اگر تمہارے پاس آئیں تو تم چاہو فیصلہ ان کے معاملہ میں کر دو اور چاہو تو اعراض کرو۔ اگر

اعراض کروگے تو کوئی نقصان وہ تمھیں نہیں پہنچا سکتے ہیں۔اور (ہاں) اگر فیصلہ کروتو انصاف سے ان کے مابین فیصلہ کرو، کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے(۴۲) اورکیسے وہ تمھیں حکم بناتے ہیں جبکہ تورات ان کے پاس موجود ہے جس میں اللہ کا حکم درج ہے(اور) پھر حکم بنانے کے بعد منہ پھیر جاتے ہیں؟ یہ ہرگز ہرگز ایمان والے نہیں ہیں(۴۳)

بے شک ہم ہی نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت تھی اور روشنی۔اور اسی کے مطابق فیصلہ یہود کے درمیان انبیاء جو اللہ کے فرمانبردار تھے کیا کرتے تھے نیز مشائخ وعلماء، بایں وجہ کہ وہ محافظ اللہ کی کتاب کے ٹھیرائے گئے تھے اور گواہ وہ اس پر تھے۔سولوگوں سے نہیں (اے علماء یہود) مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کا سودا دنیا کی حقیر متاع سے نہ کرو۔اور (جان لوکہ) جولوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔(۴۴)

اورہم نے ان پر تورات میں فرض ٹھیرایا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور تمام ہی زخموں میں اسی طرح کا قصاص۔پھر جوکوئی اسے معاف کردے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔اور یہ کہ جولوگ فیصلہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق نہ کریں تو وہ ظالم ہیں(۴۵)

اوران (انبیاء واحبار) کے پیچھے ہم نے بھیجا عیسیٰ ابنِ مریم کوتصدیق کرتا ہوا پیشتر سے موجود تورات کی اورخود انھیں ہم نے انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور روشنی اور وہ تصدیق کرتی تھی اپنے سے پہلے کی تورات کی اور ہدایت ونصیحت تھی وہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے۔(۴۶) اورحکم تھا کہ اہلِ انجیل بھی فیصلہ کریں اس کے مطابق جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے۔اور جولوگ فیصلہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق نہ کریں وہ نافرمان ہیں۔(۴۷)

ربطِ کلام

اصل سلسلۂ کلام کے ضمن میں آئی ہوئی باتوں کا سلسلہ خاصا طویل ہوگیا اس لئے یاد کرلیا جانا چاہئے کہ اصل موضوعِ گفتگو بنی اسرائیل کے عبرتناک دینی وایمانی احوال تھے، اب مذکورہ بالا آیتوں سے کلام کا رخ پھرا پنے اصل موضوع کی طرف پھر رہا ہے۔اور منجملہ اِن لوگوں کے دیگر احوال کے خود پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرکے ایک سامنے کی اور تازہ بتازہ دلیل سامنے لائی جارہی ہے کہ ان لوگوں کے ایمانی دعوے محض زبانی ڈینگیں ہیں ورنہ ان کا اب کوئی دور کا واسطہ بھی سچے ایمان سے نہیں رہا ہے۔

واقعہ کی روایات

واقعہ جس کی طرف ان آیات میں اشارہ آرہا ہے اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ایک یہ کہ یہود کے جو قبیلے بنی نضیر اور بنی قُریظہ وغیرہ مدینہ میں بسے ہوئے تھے اور قبائلی نفسیات کے مطابق باہم مارکاٹ کی نوبت میں بھی ان میں آتی رہتی تھی، ان میں کے طاقتور قبیلہ (بنی نضیر) نے اپنی طاقت کے بل پر توراۃ کے قانونِ قصاص (جان کے بدلہ میں جان) کوایسی من مانی صورت میں بدل ڈالا تھا کہ بنی قریظہ کا مقتول بنی نضیر کے مقتول کے مقابلہ میں نصف قیمت کا ٹھیرتا تھا۔بنی قریظہ اپنی کمزوری کے سبب اس پر صبر کئے ہوئے تھے (کہ ان کی اپنی دینی عدالتوں میں بھی انصاف کے بجائے طاقت ورشوت کا سکہ چل رہا تھا۔) لیکن ان دونوں کے درمیان جب ایسا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہاں پیغمبرِ اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور شروع ہو چکا تھا تو وہ باعث ان آیتوں کے نزول کا بنا۔

اس واقعہ میں قتل بنی نضیر کے آدمی کا ہوا تھا، انھوں نے حسبِ سابق بنی قریظہ سے اپنے عائد کردہ ''قصاص'' کا مطالبہ کیا۔لیکن اب دنیا بدل چکی تھی، اُن کا شہر یثرب سے مدینہ بن چکا تھا اور یہ قبیلے مسلمانوں کے ساتھ ایک معاہدہ کی لڑی میں پروئے جا چکے تھے۔اس چیز نے بنی قریظہ کو حوصلہ دلایا کہ اس زوردستی کے قانونِ ''قصاص'' کی مزاحمت کریں۔انھوں نے بنی نضیر کا مطالبہ پورا کرنے سے انکار کردیا۔اور اس سے جب دونوں کے درمیان فساد کی آگ بھڑکنے کی صورت پیدا ہوئی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ چاہا تو بنی قریظہ کی طرف سے کہا گیا کہ معاملہ تصفیہ کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جایا جائے، وہاں جو فیصلہ ہو جائے۔بنی نضیر ہوں یا بنی قریظہ، آپؐ کو نبی مانتے تھے یا نہ مانتے تھے، جانتے بلا شبہ تھے۔اور اللہ کے نبی

سے بے انصافی کی حمایت نہیں حاصل کی جاسکتی ہے۔پس بنی نضیر مشکل میں پڑے۔انکار کس بنیاد پر کریں؟ اور مان کر خطرہ کیسے مول لے لیں؟ ایک شاطرانہ تدبیر انھیں سوجھی، اوراسی کی طرف اشارہ قرآن اس قصہ کے حوالہ سے کررہا ہے، کہ منافق بھائیوں اوران کے ساتھ خلا ملا رکھنے والے اپنے ہم قوموں سے کام لیا جائے۔یعنی یہ کہ یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جائیں اور حکمتِ عملی سے پتہ چلائیں کہ یہ مقدمہ ان کے پاس گیا تو کیا فیصلہ وہ دیں گے؟

واقعہ کی دوسری روایت وہ ہے جو کچھ پہلے آیت (۱۵) کے ضمن میں گزر چکی ہے کہ یہ زنا کا مقدمہ تھا۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ہدایت اس مقدمہ کے سلسلہ میں دی جارہی ہے "وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُم بِالقِسْطِ۔۔۔" (اگر تم ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا قبول کرو تو انصاف پر مبنی فیصلہ کرو) اس کا وزن پہلی روایت کے حق میں پڑ رہا ہے۔کیونکہ اس سے تو یہ ظاہر ہورہا ہے کہ یہ دو پارٹیوں کے درمیان نزاعی مسئلہ کے فیصلہ کا موقع تھا۔اور زنا کے مقدمہ کی نوعیت یہ نہیں ہوا کرتی۔وہاں دو فریق نہیں ہوا کرتے دو ملزم ہوتے ہیں کہ ان پر سزا کا حکم جاری کیا جائے یا بری کردیا جائے۔مزید برآں اسی ضمن میں آگے آرہی آیت (۴۵)، جس میں تورات کے قانونِ قصاص کا حوالہ آیا ہے، وہ ایک اور واضح قرینہ ہے کہ مقدمہ قصاص ہی کا ہونا چاہئے۔ورنہ کوئی اور مناسبت اس موقع پر خاص اس قانون کے بیان کی نظر نہیں آتی۔واللہ اعلم۔یہ دونوں روایتیں حافظ ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں مختلف اور مفصل حوالوں سے درج فرمادی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی سے رہنمائی

الغرض واقعہ جو کچھ بھی رہا ہو، ادھر اللہ کے قانون اور نظامِ عدل کے ساتھ کھلواڑ کی یہ اسکیم حرکت میں آئی اور اُدھر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں ہدایت جاری کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں۔ان میں معاملہ سے متعلق ہدایت و رہنمائی بھی ہے، آپؐ کے دردمند دل کے لئے رنج والم کا جو سامان مدعیانِ ایمان کی اس ایمان سوز حرکت میں تھا اس کے لئے تسلّی کے کلمات بھی اوران مدعیانِ ایمان کی اصلیت اور حقیقت کی بھرپور پردہ کشائی بھی۔

فرمایا: اے رسول تمھیں کچھ ضرورت ایسے بدنصیبوں کی وجہ سے رنج اُٹھانے کی نہیں جو بڑے تیز گام کفر کی راہ میں ہورہے ہیں (لا یَحزُنکَ الّذینَ یُسارِعونَ فی الکُفرِ) یہ تصویر کشی ہے ان کے اندرونی حال کی۔یعنی ایسی دلچسپی انھیں کفریات میں ہے جیسے کوئی بڑی ہی مرغوب چیز ہو کہ آدمی اسے بے

تکلف اور بھاگ دوڑ کر حاصل کرنا چاہے۔ اس کے بعد وہ لوگ جو اس کفریہ خدمت کی انجام دہی کے لئے آرہے تھے اور وہ جو انھیں بھیجنے والے تھے ان کی کچھ اُن مکروہ خصلتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو انھیں ایسی ہی حرکتوں کے لائق ٹھیراتی تھیں فرمایا: 'سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُونَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَأْتُوْكَ، يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ، يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔

عربی گرامر کی رو سے ان جملوں کی نحوی ترکیب کئی طرح سے ممکن ہے اور اس کی بنا پر ان کا مفہوم کئی طرح سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ مختلف امکانی مفہوم کم وبیش ہر تفسیر میں دئے گئے ملتے ہیں۔ اوپر دئے گئے ترجمہ سے جو مفہوم ظاہر ہوتا ہے وہ موقع ومحل کے اعتبار سے ان سب میں قریب تر نظر آتا ہے۔ اور اسے واضح تر انداز میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ منافقین اور یہود پر مشتمل جو وفد ایک خاص کفریہ مشن پر آرہا تھا اس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ سننے کے خوگر ہیں۔ (سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ) یہ اشارہ ہے ان کی (خاص کر ان میں سے یہود کی) اُس عمومی خصلت کی طرف جس کا بار بار ذکر قرآن میں ہوتا آرہا ہے کہ پوری قوم اور اس کے علماء واکابر احکامِ تورات کے بارے میں جھوٹ بولنے اور جھوٹ پسند کرنے کے مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور اس اشارہ سے یہ فرمانا گویا مقصود ہے کہ یہ جس غلط کام کے لئے آرہے ہیں یہ تو ان کی روزمرہ ہے۔ قوم جھوٹے فتوے سننے کی خوگر بلکہ رسیا ہے۔ یہ سننے والے ہیں اُن لوگوں کی جو آپ کے پاس نہیں آتے (یعنی ان کے متکبر علماء) اور جن کا حال یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ (تورات) کے کلماتِ احکام کو ان کے واقعی مفہوم ومدعا سے پھیر کر کچھ کا کچھ (خود اپنی بدتوفیقی کی بنا پر نیز عوام کی مرضی پوری کرنے کے لئے) بنایا کرتے ہیں۔ اسی کو فرمایا: سَمّٰعُونَ لِقَوْمٍ آخرينَ لَمْ يَأْتُوْكَ، يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ۔ اور اسی پر بس نہیں، بلکہ ان کے لوگ اگر کسی قضیہ میں عدالتِ محمدیؐ کو آزمانے کی بات کرتے ہیں تو وہاں بھی ان کی ہدایت ہوتی ہے کہ فتویٰ اگر ایسا ملے تو قبول کرنا اور ویسا ملے تو چھوڑ دینا (يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا)

اِن کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے

بات شروع ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے سے کہ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی ایمان سوز حرکتوں پر ملال کیا جائے۔ ان کے قابلِ نفرت احوال کی طرف اشارہ کے بعد اب فرمایا جا رہا ہے مَنْ يُّرِدِ

اللهُ فِتنَتَهٗ فَلَن تَملِكَ لَهٗ مِنَ اللهِ شَيئًا ۔۔۔۔۔۔الخ یعنی ان کی اس حق دشمن روش سے مہر ان کی قسمت پر لگ چکی ہے۔ ان کے لئے آپ کی فکر مندی کچھ کام آنے والی نہیں ، پس ان کے لئے ملال چھوڑیں۔ اللہ کو منظور نہیں کہ ان کے دلوں کو نجاست سے پاک کرے۔ لَهُم فِي الدُّنيَا خِزيٌ وَّلَهُم فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (انھیں دنیا میں رسوا ہونا ہے اور آخرت میں بھاری عذاب بھگتنا) یہاں مخاطب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں مگر مقصود بظاہر اس گمراہ قوم اور اس سے لگے لپٹے رہنے والے منافقین ہی کو ان کا انجام سنانا ہے۔ واللہ اعلم

آگے اُس آنیوالے مقدمہ کی بابت ہدایت دی جاتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا کرنا چاہئے۔ اور یہ شروع ہو رہی ہے ایک بار پھر اِن آنے والوں اور ان کے مقتداؤں کے ناگفتہ بہ اوصاف (مع کچھ اضافہ کے) یاد دلاتے ہوئے۔ فرمایا سَمّٰعُونَ لِلكَذِبِ اَكّٰلُونَ لِلسُّحتِ (یہ جھوٹ کے رسیا اور پکے حرام خور ہیں) یہ الفاظ کسی کو کچھ زیادہ سخت معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن بائبل میں اس سے کہیں زیادہ سخت الفاظ رہ رہ کر ان لوگوں کے حق میں ملتے ہیں۔ صرف متّیٰ کی انجیل کا باب ۲۳ دیکھ لیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا کیا ان علماءِ یہود کے بارے میں نہ کہا ہے)

حرام خوری سے مراد رشوت خوری ہے، جو ان کے قاضی اور فقہاء لوگوں کے حسب مطلب فیصلوں اور فتووں کے عوض وصول کرتے تھے۔ (جس کا بہت صاف حوالہ سورۂ اعراف کی آیت ۱۶۹ "فَخَلَفَ مِن بَعدِهِم خَلفٌ وَّرِثُوا الكِتٰبَ۔۔۔" میں آیا ہے۔) آگے ان کے مقدمات کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں فیصلہ دینا قبول کریں چاہیں انکار کر دیں۔ البتہ فیصلہ دیں تو بے رو رعایت حق اور عدل (یعنی شریعتِ الٰہی) کے مطابق دیں۔ یہاں فیصلہ سے انکار کی صورت میں آنحضرت و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ اس پر یہ لوگ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس میں ضرر اور نقصان کا پہلو کیا تھا؟ شاید یہ تھا کہ اس میں وہ لوگ اپنی اہانت محسوس کر سکتے تھے۔ واللہ اعلم

عجب بے شرم لوگ!

پھر ارشاد ہوتا ہے: وَكَيفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ التَّورٰةُ۔۔۔اور کیا اچنبھا ہے کہ تورات (جسے وہ ماننے کا دعویٰ رکھتے ہیں) ان کے پاس اللہ کا حکم لئے ہوئے موجود ہے پر فیصلہ لینے وہ

تمہارے پاس آرہے ہیں، جبکہ تمھیں مانتے بھی نہیں؟ اور (ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ) پھر غضب خدا کا، اس سے بھی روگردانی میں باک نہیں!

فیصلہ طلب معاملہ سے متعلق دونوں روایتوں میں سے کسی میں اگرچہ اس کا ذکر نہ ملتا ہو کہ وہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ سے روگرداں ہوئے، لیکن مقدمہ لانے میں جس نیت اور سوچ کا اظہار قرآن کے الفاظ ''اِنْ اُوتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ۔۔'' (اگر فیصلہ ایسا ہو تو مانا جائے اور ویسا ہو تو بچ نکلا جائے) سے ہورہا ہے وہ ان کے بارے میں روگردانی کے الزام کے واسطے بالکل کافی ہے۔ اور قرآن کا یہ ارشاد بالکل حق ہوتا ہے کہ ''وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ'' انھیں ایمان سے کوئی سروکار نہیں۔ فقط خواہشات کے بندے ہیں۔

تورات اللہ کی نازل کردہ کتاب تھی اور اس سے انحراف کفر

اس کے بعد تورات جس میں اللہ کے احکام موجود ہونے کا حوالہ اور اس کے ساتھ یہود کے قابلِ سرزنش رویہ کا بیان اوپر آیا اس کے بارے میں اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ۔۔ کے الفاظ سے ارشاد ہورہا ہے کہ وہ ہماری ہی طرف سے نازل کی گئی شریعت اور رہنمائے حیات تھی اور بنی اسرائیل کے انبیاء جو سراپا اطاعت تھے اسی کی روشنی میں یہود کے معاملات میں فیصلے کیا کرتے تھے، نیز ان کے جانشین علماء وفقہاء بھی، کہ انھیں ذمہ داری کتاب کی حفاظت کی سونپی گئی تھی اور وہ اس کے شاہد ونگراں تھے (وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ) پھر ارشاد ہوا: فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔) یعنی اس منصب کا تقاضہ ہے کہ اس سے سرفراز لوگ کتابِ الٰہی کے معاملہ میں عام لوگوں کی مرضی اور مفادات کے ساتھ سودے بازی نہ کریں۔ صرف اللہ کا ڈر رکھیں، لوگ ناخوش ہوتے ہیں تو ہوجائیں اس کی پرواہ نہ کریں۔ اور وہ لوگ کہ جو اس کے برخلاف روش اختیار کرکے اپنے فیصلے اور فتوے اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق جاری نہ کریں، جان لیں کہ وہ کافر ہیں۔

آگے تورات کے احکام میں سے ایک خاص حکم کی تصریح آتی ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۔۔۔الخ یعنی قصاص کا قانون کہ (بلا کسی امتیاز وتفریق کے) جان کے بدلہ میں جان، آنکھ کے بدلہ میں آنکھ اور علیٰ ہذا کان ناک دانت وغیرہ۔ اور اسی طرح زخموں کے مقابلہ میں بھی بدلہ ہے۔ اِلَّا

یہ کہ کوئی حقدار معاف کرکے آخرت میں اپنے گناہوں کا کفارہ اسے بنوالے۔اور (جتادیا تھا) کہ وہ جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ٹھیرائے جانے کے مستحق ہیں۔(۱)

یہی شان حضرت عیسیٰؑ پر نازل کردہ انجیل کی تھی

آگے انبیاءِ بنی اسرائیل کے سلسلہ کی آخری کڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے حوالہ سے بھی یہی بات یاد دلاتے ہوئے فرمایا گیا: وَقَفَّيْنَا عَلٰىٓ اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ---یعنی مذکورہ بالا انبیاء کے پیچھے عیسیٰ ابنِ مریمؑ بھیجے گئے وہ بھی تورات کی تصدیق کرتے ہوئے۔اور خود ان کو انجیل دی گئی جو خود نور و ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ تورات کی تصدیق بھی تھی اور ہدایت ونصیحت کا سامان خدا ترس بندوں کے لئے۔اور اہلِ انجیل پر لازم کیا گیا کہ فیصلے انجیل میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق کریں۔اور یہ کہ جو لوگ احکامِ الٰہی کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ نافرمان ہیں۔''

یہاں تورات کی تصدیق پر زور میں بظاہر خاص اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی علامات وخصوصیات میں یہ ایک چیز مشترک ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے سے سابقین ہی کا تسلسل بتاتے ہیں۔جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معاملہ یہود ونصاریٰ دیکھ رہے تھے۔مگر اُن کی دل کی آنکھوں میں روشنی باقی نہ رہی تھی۔

انجیل کے احکام کی پابندی کا خطاب

اور اس ضمن میں جو فرمایا گیا کہ اہلِ انجیل کو بھی انجیل میں دئے گئے احکام ہی پر فیصلہ کا پابند کیا گیا تھا،اس بارے میں یہ یاد رہے کہ اہلِ انجیل کی شریعت تورات میں دی گئی شریعت سے کوئی جدا چیز نہ تھی۔ جس طرح آپ سے ماقبل کے انبیائے بنی اسرائیل کے لئے شریعتِ موسوی ہی شریعت تھی اسی طرح آپ

---

(۱)عامّۂ مفسرین نے ان آیتوں (اِنّا اَنزلنا التَّورات ---اور کتبنا علیهم ---) کے درمیانی دو جملوں (فَلا تخشوا النّاس وَاخشَونِ---) کو نزولِ قرآن کے وقت والے علماءِ یہود سے خطاب کے طور پر لیا ہے۔یعنی یہ تورات سے متعلق بیان کے درمیان میں، جس میں وقت کے علماءِ یہود بالواسطہ مخاطب تھے،خطاب کی باگ براہ راست ان علماءِ سوء کی طرف بطور ایک جملۂ معترضہ کے موڑ دی گئی ہے۔لیکن اس کے مقابل ایک منفرد رائے ہونے کے باوجود (صاحبِ تدبرِ قرآن کی) یہ رائے وزنی نظر آتی ہے کہ ان جملوں کو قرآن کا اپنا کلام نہیں بلکہ تورات سے اقتباس مانا جائے۔یعنی اُنہی علماء وفقہاء کو جو تورات کے امین وشاہد بتائے گئے تاکیدی خطاب ہوا تھا کہ تمہارے منصبِ حفاظت وشہادت کا تقاضہ ہے کہ صرف مجھ سے ڈرو اور فیصلے اور فتوے ہر حال میں میرے نازل کردہ قانون کے مطابق ہی دو---الخ اس تأویل میں بغیر براہِ راست خطاب کے ایک تعریضی انداز کا رخ بہرحال وقت کے علماءِ یہود کی طرف بھرپور انداز میں ہو رہا ہے۔اور واقعہ میں وہ اپنے مذکورہ بالا اوصاف کے ساتھ اس قابل تھے بھی کہاں کہ ان سے اللہ کے ڈر کی بات کی جاتی؟ واللہ اعلم عنداللہ

کے لئے بھی۔ البتہ بعض معاملات کا حکم آپؑ کے ذریعہ بدلا تھا۔ جس کے لئے قرآنِ پاک میں آپ کا قول نقل کیا گیا ہے ''۔۔۔۔ وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِی حُرِّمَ عَلَیْکُمْ (اور میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تم پر حرام کی گئی بعض چیزوں کو حلال کردوں۔ آلِ عمران۔ ۵۰) اس ارشاد سے بھی یہ بات آپ سے آپ نکل رہی ہے کہ آپ کے لئے بھی اصل کتابِ شریعت تورات ہی تھی۔ بس جزوی ترمیم آپ کے ذریعہ ہوئی۔ وہی بات جو متیٰ کی انجیل میں آتی ہے: ''یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ نہیں کرنے آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں''۔ ۵:۱۷)

اِن آیات کے ''کافر، ظالم اور فاسق'' کا مطلب؟

آخر کی ان چار آیات میں یہ تین لفظ (کافر، ظالم، فاسق) اُن لوگوں کے حق میں جو اللہ کے نازل کردہ قانون کی خلاف فیصلے دیں یکے بعد دیگرے آئے ہیں۔ ان میں ظالم کا لفظ تو ایسے ایک خاص حکم (قصاص) کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں آرہا ہے جس کا تعلق عدل و مساوات سے تھا، پس وہاں تو یہ موزوں ترین لفظ کی حیثیت سے دیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن باقی دونوں مقامات پر دو مختلف لفظ دیکھ کر سوال پیدا ہوگا کہ معاملہ تو ایک ہی ہے (قانونِ شریعت کے برخلاف فیصلہ) تو پھر کیا یہ دونوں مختلف لفظ (کافر اور فاسق) ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں؟ اور اگر نہیں بلکہ ہر ایک کا اپنا الگ مفہوم ہے، تو ایک ہی معاملہ میں دو الگ الگ حکم ہونا لازم آتا ہے! سو واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ (کافر اور فاسق) بالکل ایک مفہوم تو نہیں رکھتے مگر اتنی قربت یا وسعت ان دونوں کے مفہوم میں ہے کہ بے تکلف ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ خود قرآن میں یہ ایک دوسرے کے مفہوم میں بھی آئے ہیں۔ کفر اور کافر کے کلمہ کا ہر جگہ وہی ایک مطلب قرآن میں نہیں رہا ہے جس مطلب کے لئے یہ معروف ہیں۔ اور یہی حال فسق اور فاسق کا ہے (اور ظلم و ظالم کا بھی) کہ پرلے درجہ کے کافروں کے حق میں بھی یہی کافی ہوئے ہیں۔ ایک نہیں کتنی ہی مثالیں اس کی پائی جاتی ہیں۔ صرف ایک مثال کافی ہوگی۔ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (بنی اسرائیل۔ ۱۷:۱۶) یہاں وہ جرم جس کی پاداش میں پوری بستی تباہ کردئے جانے کی مستحق ٹھیری اسے ''فسق'' ہی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بدترین کفر ہی ہوسکتا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر۔۔۔)

حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

کچھ قیمتی باتیں

[ذیل میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی روایت سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے صرف دو ملفوظ پیش کئے جا رہے ہیں، امید ہے کہ آپ توجہ سے پڑھیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے]

ذکر و سلوک کی ضرورت

سلوک وتصوف کی ضرورت اور اس کی تاریخ وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اس کا اور اس کی رضا کا دھیان وفکر رہنا اور اس کی طرف سے کسی وقت غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں، اور قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دین کی تعلیم وتربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپ کی صحبت ہی سے حاصل ہو جاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے صحابہ کرام کی صحبتوں میں بھی یہ تاثیر تھی، لیکن بعد میں ماحول کے زیادہ بگڑ جانے اور استعدادوں کے ناقص ہو جانے کی وجہ سے اس مقصد کے لئے کاملین کی صحبت بھی کافی نہیں رہی، تو دین کے اس شعبے کے اماموں نے ان کیفیات کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کے ساتھ ''ذکر وفکر کی کثرت'' کا اضافہ کیا اور تجربے سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی۔

اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے زمانے کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کر کے ان کے نفس کو توڑنے اور شہوات کو مغلوب کرنے اور طبیعت میں مناسبت پیدا کرنے کے لئے ان کے واسطے خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کئے۔ اسی طرح ذکر کی تاثیر بڑھانے کے لئے اور طبیعت میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ''ضرب'' کا طریقہ نکالا گیا، **ان میں سے کسی چیز کو بھی مقصود اور مامور بہ سمجھا نہیں جاتا**، بلکہ یہ سب کچھ علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے اور اسی لئے مقصد حاصل ہو جانے کے بعد یہ سب

چیزیں چھڑادی جاتی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ طریق اپنے اپنے زمانہ کے حالات اور اپنے تجربوں کے مطابق ان چیزوں میں ردوبدل اور کمی بیشی بھی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں، بلکہ ایک ہی شیخ کبھی کبھی مختلف طالبوں کے لئے ان کے خاص حالات اور ان کی استعداد کے مطابق الگ الگ اعمال واشغال تجویز کردیتا ہے،، اور بعضے ایسی اعلیٰ استعداد والے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس طرح کا کوئی بھی ذکر وشغل کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اور اللہ تعالی ان کو یوں ہی نصیب فرما دیتا ہے، اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کو صرف علاج اور تدبیر کے طور پر ضرورتاً کیا جاتا ہے۔''

(منقول از تصوف کیا ہے؟ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی)

ایک موقع پر مولانا منظور صاحب نعمانی سے فرمایا:

''خدا معلوم لوگ تصوف کو کیا سمجھتے ہیں؟ تصوف تو بس اخلاص اور عشق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، اور جو کام عشق کی طاقت سے اور اخلاص کی برکت سے ہوسکتا ہے وہ اس کے بغیر نہیں ہوسکتا، **تو دراصل تصوف ضروری نہیں ہے بلکہ عشق اور اخلاص پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اگر کسی کو اس کے حاصل کرنے کا اس سے بھی آسان اور مختصر کوئی راستہ معلوم ہوجائے تو مبارک ہے، وہ اسی راستے سے حاصل کرلے، اور ہم کو بھی بتلادے**، ہم تو اسی راستے کو جانتے ہیں جس کا اللہ کے ہزاروں صادق بندوں نے سینکڑوں برس سے تجربہ کیا ہے، جن میں سینکڑوں وہ تھے جو دین کے اس شعبہ کے مجتہد بھی تھے اور صاحبِ الہام بھی تھے۔'' (منقول از سوانح حضرت رائے پوریؒ مصنفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

☆☆☆

دو ۲ کتابوں کا مطالعہ: تصوف کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ہوگا

۱۔ تصوف کیا ہے: مرتبہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

۲۔ سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

الفرقان بک ڈپو، ۱۱۴/۳۱، نظیر آباد، لکھنؤ 226018

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم
ترتیب وپیشکش: محمد سلیم قاسمی

بچوں کی پرورش

(ذہنی ودماغی نشوونما Mental growth)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم

بچہ کی mental growth (ذہنی نشونما) کیسی ہونی چاہئے؟ یہ آج کے بیان کا topic (عنوان) ہے اس میں چند باتیں یاد رکھیں! کہ ذہنی نشونما کے بھی 11 درجے ہیں۔ ماں کو اگر پتہ ہوتو وہ دیکھے گی کہ ہر درجہ پر بچہ کا mind properly grow (دماغ صحیح طور پر کام) کر رہا ہے یا نہیں۔

1st stage:newborn stage پہلا مرحلہ: ولادت کے بعد؛ بچہ پہلے دن سے اشارے سمجھتا ہے اور ایک مہینے کے بلکہ تیسرے دن وہ response (تأثر) دینا بھی شروع کر دیتا ہے ایک مہینے کے آخر تک بچہ آواز پہ متوجہ ہوتا ہے اور reply (جواب دینے) کے لئے اپنا منہ بناتا ہے اگر بچہ میں آپ یہ چیزیں دیکھیں تو اب ماں کو امتحان لینا چاہئے کہ کیا پہلے مرحلہ میں بچہ کا mind (دماغ) ٹھیک نشونما پا یا یا نہیں؟ طریقہ یہ ہے کہ آپ غور کریں کہ بچہ کے سامنے آپ اپنے سر کو ایک طرف سے دوسری طرف ہلاتی ہیں تو کیا بچہ آپ کے سر کی طرف دیکھتا رہتا ہے بچہ کی vision (نظر) ایک فٹ ہوتی ہے ابتدا میں وہ صاف طور پر ایک فٹ کی دوری تک دیکھ سکتا ہے اس سے دور اس کی نظر نہیں ہوتی تو اس کے ایک فٹ کے فاصلے پہ اپنا چہرہ کریں، اپنا ہاتھ کریں، ہلائیں اور دیکھیں کہ بچہ اس کو follow (سمجھ کر اس طرف

رخ) کرتا ہے یا نہیں کرتا اور مختلف آوازیں نکالیں دیکھیں کہ بچہ اس پہ react (ردعمل) کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ اگر کرتا ہے تو پہلا مرحلہ بچہ کامیابی کے ساتھ مکمل ہوگیا ہے۔ دوسرا stage (مرحلہ) چار ہفتوں پر آتا ہے اس میں بچہ بات کرنے کے لئے اپنا منہ بناتا ہے پیار سے بات کرو تو مسکراتا ہے، جھڑکی سے بات کرو، تو گھبراتا ہے۔ اس کا امتحان یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے قہقہہ لگائیں، بات کریں ہنس کر اور دیکھیں کہ اس کو دیکھ کر بچہ خود بھی ہنسنے کی کوشش کرتا ہے یا نہیں؟ بچے کو لوری سنائیں بچے میں sense of rythm (قافئے و نغمے کی حِس) اس وقت تک آچکی ہوتی ہے وہ rythm (قافئے) کے اوپر مزے لیتا ہے اگر یہ آپ پورا کرلیں تو اس کا مطلب کہ دوسرا مرحلہ بھی کامیابی کے ساتھ مکمل ہوچکا ہے۔

تیسرا مرحلہ: ذہنی نشونما کا چھٹا ہفتہ ہوتا ہے چھٹے ہفتے میں جا کر بچہ بات کرنے والے کو دیکھ کر خود مسکراتا ہے، سر ہلاتا ہے اور گلے سے ہوں ہوں کی آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ بچے چہرہ دیکھنا پسند کرتے ہیں تو ماں بچہ کے سامنے مسکرائیں، اس کے سامنے کھلونے ہوں تو ان کو ہلائیں اور دیکھیں کہ کھلونے کے ساتھ اس کی آنکھیں follow (تعاقب) کرتی ہیں یا نہیں کرتیں۔ بچے کے مختلف side (جہت) سے بات کریں کبھی left side (بائیں جانب) سے آکے بات کریں تو بچہ ادھر آنکھیں کرے گا، کبھی right side (دائیں جانب) سے باتیں کریں، تو ادھر آنکھیں کرے گا۔

چوتھا مرحلہ دو ماہ کے بعد آتا ہے اس میں مسکرانا بچے کی عادت بن جاتی ہے اس مرحلے میں اگر ماں اس کے سامنے آئے تو بچہ مسکراتا ہے، چیزوں پہ نظریں جماتا ہے۔ ماں یہ کریں کہ دو ماہ کی عمر میں بچے کا سر اٹھا کر اس کو لٹائے تاکہ وہ ادھر ادھر دیکھ سکیں اور بچے کو اس کا اپنا ہاتھ دکھائے بچے کو نہیں پتہ ہوتا کہ میرے ہاتھ میں یہ ہے وہ دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے اگر اس کا ہاتھ لے جائے گی تو بچہ خود اپنے ہاتھ کو دیکھے گا اور پھر اس کو move (حرکت) کرنا سیکھے گا۔

جو پانچواں مرحلہ ہے وہ 12 week (بارہ ہفتے) کے بعد آتا ہے اس میں بچے کو اپنے ہاتھ اور پاؤں کا پتہ چل جاتا ہے اس لئے کئی مرتبہ وہ پاؤں کو پکڑ کے انگوٹھا منہ میں لے لیتا ہے، ہاتھوں کی انگلیوں کو خود دیکھتا ہے، اس وقت میں والدہ کو یہ کرنا چاہئے کہ اس کے ہاتھوں کو پکڑیں، حرکت دیں، پاؤں کو پکڑیں ،حرکت دیں، تاکہ بچہ اپنے ہاتھ پاؤں کو ہلائے اور ماما اس کو toy (کھلونے) دیں کہ اس میں پکڑنے کی عادت پیدا ہو تو جب کوئی چیز آپ دیں گی بچہ پکڑنا سیکھے گا۔

چھٹا مرحلہ یہ ہوتا ہے جو ۴ ماہ میں آتا ہے اس میں بچے میں سیکھنے کی صلاحیت آجاتی

ہے یہ natural learning curve (سیکھنے کا فطری مرحلہ) ہے وہ بچہ ہر چیز کو دیکھنے لگتا ہے یہ وہ وقت ہے کہ جب بچے کو اللہ کا لفظ سکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ماں اس کے سامنے کثرت سے اللہ، اللہ، اللہ۔۔ کا لفظ کہتی رہے سینکڑوں مرتبہ تو بچہ کی زبان سے سب سے پہلے اللہ ہی کا لفظ نکلتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے جو بچہ سب سے پہلے اللہ کا لفظ بولتا ہے اللہ تعالی ماں اور باپ کے پچھلے سب گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔

ساتواں مرحلہ بیس ہفتوں کے بعد آتا ہے اس میں بچہ پانی پہ ہاتھ مارنا پسند کرتا ہے چنانچہ جب آپ اس کو نہلائیں تو pot (برتن) میں تھوڑا سا پانی ہو تو بچہ ہاتھ مارے گا اور اس سے ان کے اندر حرکت کی صلاحیت پیدا ہوگی، آواز سے خود وہ سر پھیرتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے اٹھانے کے لئے، اظہار محبت کے لئے، تو جس سے بچہ محبت کرے گا تو اس کو دیکھ کے ہاتھ بڑھائے گا اگر یہ symptom (علامت) ہے تو اس کا مطلب ساتواں مرحلہ بھی کامیابی کے ساتھ پورا ہوگیا۔

آٹھواں مرحلہ اٹھائیس ہفتوں کے بعد آتا ہے اس میں بچہ لفظ بولنا شروع کرتا ہے، اپنا نام پہچانتا ہے، ہاتھ پھیلاتا ہے، مجھے اٹھالے اور ہاتھ میں کوئی چیز دی جائے تو اس کو منہ میں لے کے جاتا ہے جب بھی ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے منہ میں ڈالے آپ سمجھ لیں اب زندگی میں freedom (آزادی) کی یہ پہلی نشانی ہے یہ بچہ خود کھا پی سکے گا اور اپنی زندگی گزار سکے گا ایسے وقت میں والدہ کو چاہئے کہ وہ بچے کو mirror (آئینہ) کے سامنے کریں اور اس کا چہرہ دکھائیں بچہ اپنا چہرہ دیکھنا پسند کرتا ہے، دوسروں کے چہرے دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اس عمر میں بچے کو بٹھائیں اور ball, roll (گیند لڑھکانا) کرنا سیکھائیں، push (ڈھکیلنا) کرنا سیکھائیں، یہ صلاحیت اس کے اندر آنی چاہئے کہ بچہ اس کو ball دے تو تو تھوڑا سا اس کو ہلانے کی کوشش کریں اس کو ایک چیز دیں پھر واپس مانگیں دینا اور لینا یہ بھی اس کا سیکھنا ہے۔

نواں مرحلہ چھتیس ہفتوں کے بعد آتا ہے اس میں بچہ yes اور no کے لفظ کو سمجھتا ہے اگر کوئی چیز تھوڑی سی دور رکھیں تو بچہ اس کو لینے کے لئے رینگنے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ ایسا ہی کریں کہ بچہ سے تھوڑا سے فاصلے پہ چیز رکھ دی اور اس کو رینگنے کا موقع دیا۔

دسواں مرحلہ وہ ۴۴ ہفتوں کے بعد آتا ہے اس میں بچہ چند لفظ بول سکتا ہے ماما، پاپا، اللہ، here,there,in,out (یہاں، وہاں، اندر، باہر) اس کا concept (ادراک) آجاتا ہے اس عمر میں بچے کو آپ کتاب پڑھ کر سنانا شروع کریں تو بچہ غور سے سنے گا اس عمر میں ماں کو یہ کرنا چاہئے کہ بچہ کو

story (قصے) سنائے یا کتاب پڑھ کر سنائے یا اس کے ساتھ کھیلے، کوئی چیز دینی لینی، تو بچہ میں concentrate (توجہ مرکوز) کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے۔

پھر گیارہواں مرحلہ ایک سال کی عمر کے بعد آتا ہے اس میں بچہ چند الفاظ بولنا سیکھ لیتا ہے، پسندیدہ چیز کو مانگتا ہے no کہنے کے لئے اپنے سر کو ہلاتا ہے اور پکڑ کے چلتا بھی ہے بچہ دوسرے دیکھنے والے کو خود ہنسانے کے لئے کوئی action (حرکت) بھی کرسکتا ہے، اس عمر میں ماں کو چاہئے کہ وہ بچہ کو چیزوں کے نام سکھائیں introduce (آشنا) کروائیں ایسا کام کریں کہ بچہ اس کو copy (نقل) کرسکے اور جب وہ copy (نقل) کرے تو اس کو kiss (پیار) کریں۔ پھر جب اس عمر میں بچے کو کپڑے پہنانے لگے تو ماما کو commentary (تبصرہ) کرنی چاہئے اب میں تمہارے لئے jacket نکال رہی ہوں اب میں تمہارے لئے فلاں چیز نکال رہی ہوں اب میں تمہیں shoes (جوتے) پہنا رہی ہوں جو کریں آپ کمنٹری کرتی جائیں گی تو بچے کو learning (معلومات) ملتی جائیں گی۔ اسی طرح جب آپ اس کو کرسی پہ بٹھا کے کھانا کھلائیں تو کمنٹری کریں ساتھ ساتھ، اب میں چمچ میں تمہارا کھانا لے رہی ہوں اب میں تمہارے منہ میں ڈال رہی ہوں تم اس کو کھالو۔ یہ کمنٹری اس بچے کے لئے سیکھنے کو آسان کردیتی ہے ایک سال کی یہ عمر ذہنی نشونما کے لئے بہت کافی ہوتی ہے اگر یہ 11 مرحلے ٹھیک گزر گئے تو اس کا مطلب بچے کی دماغی نشونما کافی ہوگئی۔

اب بچہ کا جو posture (بیٹھنے کی حالت) ہے اس بارے میں کچھ مائیں غلطی کرتی ہیں کہ وہ اس کو تین مہینے سے پہلے بٹھانا شروع کرتی ہیں یاد رکھیں! کہ بچے کو بٹھانے میں، چلانے میں جلدی ہرگز نہیں کرنی چاہئے، جب اس کا وقت آتا ہے بچہ خود بخود یہ سارے کام کرنا شروع کردیتا ہے، جو ماں باپ walker (جس کی مدد سے بچہ چلنا سیکھتا ہے) استعمال کرتے ہیں اس سے بچے کو کچھ نقصان بھی پہنچتے یا پہونچ سکتے ہیں اور ۳ ماہ سے پہلے بچے کو بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے ان کی ریڑھ کی ہڈی کمزور ہوجاتی ہے چونکہ سر وزنی ہوتا ہے ریڑھ کی ہڈی کمزور ہوتی ہے تو وہ اس میں curve (خمیدگی) آجاتا ہے تو اس غلطی کو کبھی بھی نہ کرنا چاہئے جو پیروں کی نشونما ہے وہ normally (عام طور پر) ٹھیک ہوتی ہے بچے کو چھوٹی عمر میں جوتے کم پہنانے چاہئے bare (ننگے پاؤں) کی عادت بہتر ہوتی ہے ہاں سردی ہو تو اس کو socks (موزے) پہنا لینے چاہئے۔ جب اجنبی بچے کے پاس جاتا ہے تو وہ scared (خوف زدہ) ہوتا ہے، واقف جاتا ہے، تو بچہ خوش ہوجاتا ہے، جھڑکی دو تو روتا ہے اگر یہ تینوں symptom

(علامتیں) ہیں، اس کا مطلب کہ اس کی یہ growth (نشونما) بھی normal (عادی) ہے۔

اب ان تین چیزوں کے بعد جو next (اگلی) چیز ہے وہ ذرا غور سے سنئے! کہ بچہ کو دانت نکلنے کا وقت آتا ہے اس کو teething time symptom کہتے ہیں یہ irritability (حساسیت اور چڑچڑاپن) 4-7 months کے درمیان ہوتا ہے اگر delayed (تاخیر) ہے تو اس کی کوئی خاص وجہ ہوتی ہے۔ جب بچہ کے دانت نکلنے کا مرحلہ ہوتا ہے تو gum swellins (مسوڑوں کی سوجن) ہوتی ہے irritability (سلسلاہٹ) ہوتی ہے biting behaviour (کاٹنے کی طبیعت) آجاتا ہے refusing food (کھانے سے انکار) کی کنڈیشن آجاتی ہے یا نیند میں دشواری ہوتی ہے یا بچہ کو بخار ہوجاتا ہے یا potty problem (پیٹ خراب ہونا) ہوتا ہے۔ یہ ساری علامات ہیں۔ کہ بچے کے دانت نکل رہے ہیں جیسے ہی بچے کے دانت نکلیں ماں کو چاہئے کہ بچے کو اس وقت دانت صاف کرنے کی عادت ڈالیں، اتنا چھوٹا بچہ بھی اس کو سیکھتا ہے چنانچہ اس کو چھوٹا ٹوتھ برش جو بچوں والا ہے وہ toy (کھلونے) کے طور پر دیں تو بچہ اس کو منہ میں ڈالے گا اور اس کو چبائے گا یہ اس کی ٹریننگ ہے۔ ایک بات یہ ذہن میں رکھیں کہ دانتوں کی صفائی سونے سے پہلے سب سے آخری عمل ہونا چاہئے اس کے بعد پھر سوجانا چاہئے بچے کو جتنی بیماریاں دانتوں سے لگتی ہیں اتنی کسی اور چیز سے نہیں لگتیں اس لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام بھی مسواک کو پسند فرماتے تھے اور فرمایا: کہ جو لوگ اپنے دانتوں کو صاف رکھتے ہیں تو حدیث پاک کا مفہوم کہ ان کو زندگی میں بیماریوں سے اللہ تعالی محفوظ فرماتے ہیں تیسری چیز ہے بچے کی نیند اس کا بھی shedule (نظام الاوقات) سن لیجئے 1 ماہ کا بچہ آٹھ گھنٹے دن میں سوتا ہے آٹھ گھنٹے رات میں تو سولہ گھنٹے سلیپ ہوتی ہے 3 ماہ کا بچہ پانچ گھنٹے دن میں سوتا ہے دس گھنٹے رات میں پندرہ گھنٹے سلیپ، ٦ ماہ کا بچہ گیارہ گھنٹے دن میں اور تین گھنٹے رات میں تو چودہ گھنٹے سلیپ ہوجاتے ہیں پھر 10 ماہ کا بچہ دو گھنٹے دن میں اور گیارہ گھنٹے رات میں تو تیرہ گھنٹے۔ 18 ماہ میں بھی تیرہ، پھر دو سال کی عمر میں تیرہ گھنٹے، البتہ تین سال کی عمر میں جاکے وہ دس گھنٹے رات کو سوتا ہے ایک گھنٹہ دن میں، تو تین سال کے بچے کی normal sleep (عمومی نیند کا وقت) گیارہ گھنٹے ہوتی ہے۔ بچے کے اندر بسا اوقات رونے کی عادت ہوتی ہے، یہ رونا ایک نشانی ہے کہ بچہ کو کوئی problem (پریشانی) ہے کیونکہ وہ بولنا تو نہیں جانتا کہ بتا سکے تو وہ فقط روتا ہے کہ ماما مجھے کچھ مسئلہ ہے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو تو اس کو جھڑکنا نہیں چاہئے بلکہ اس کی problem (مشکل) کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے normal (عام طور سے) اس کی جو وجوہات ہوتی ہیں اندر بھوک

ہوتی ہے کچھ گندگی کر دینا، اس سے بچہ روتا ہے، نیند کرنا چاہتا ہے، اس سے روتا ہے، چاہتا ہے کہ مجھے اٹھایا جائے، تھک گیا ہے لیٹے لیٹے تو اس پہ روتا ہے چاہتا ہے کہ ماما مجھے گود میں لیں، اس لئے روتا ہے۔ لیکن یہ ذہن میں رکھیں کہ too much holding is spoiling بچہ کو ہر وقت اٹھائے رکھنا یہ بھی بچے کونقصان پہونچاتا ہے یا بچے کو tummy trouble (پیٹ کی شکایت) ہوتی ہے، colic (دردشکم) ہے gas ہے جس کی وجہ سے بچہ روتا ہے۔ اب اہم بات یہ ہے کہ بچے کے اندر کبھی کبھی نشونما میں تاخیر بھی ہوتی ہے۔ یہ 5 طرح کے ہوتے ہیں یہ بڑے اہم ہیں مائیں اس کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں! پہلے کو normal (عادی) کہتے ہیں speech delay (بولنے میں تاخیر) یہ common (عام) ہوتی ہے عام طور پر اس کی reasons (اسباب) جو taddless میں ہوتی ہیں وہ ہوتی ہے exposure to more than one languge (ایک سے زائد زبانیں بچے کے سامنے بولی جائیں) یا learning disability (سیکھنے کے عمل میں کچھ کمی) یا اس کے جو muscles (پٹھے) ہیں بولنے والے وہ ان میں problem ہوتی ہے یا اس کا hearing loss (قوت سماع کا فقدان) ہوتا ہے تو اس قسم کی وجہ سے بچہ جلدی نہیں بولتا اس کے علامات ہیں کہ ماں پہچان سکتی ہے کہ اس میں تاخیر ہو رہا ہے یا نہیں علامات غور سے سن لیجئے 3to4 month اگر بچہ آواز پر respond (رد عمل) نہیں کرتا اور منہ سے آواز نہیں نکالتا تو اس کا مطلب کہ تاخیر ہے 7 ماہ کا بچہ اگر sound (آواز) کو respond نہیں کرتا تو یہ بھی دلیل ہے کہ تاخیر ہے ایک سال کا بچہ اگر ماما کا لفظ نہیں کہہ سکتا تو تاخیر ہے۔ دو سال کا بچہ پندرہ سے بیس لفظ نہیں بول سکتا اس کا مطلب کہ بولنے میں تاخیر ہے ڈاکٹر کے پاس جا کر اس کا علاج کرنا چاہئے جتنا جلدی ماں علاج کرلے گی اتنا جلدی بچہ کو treatment (علاج) مل جائے گا۔

دوسرا ہے vision development delays (دیکھنے میں تاخیر) ٦ ماہ تک بچے کی جو نظر ہے وہ کچھ دھندلی ہوتی ہے قریب سے صاف دکھتا ہے تھوڑا سا دور سے اس کو چیزیں دھندلی نظر آتی ہیں اگر تاخیر ہو تو اس کے متعدد اسباب عام طور پر ہوتے ہیں کرنا یہ چاہئے کہ ۳ ماہ تک بچے کو دیکھیں کہ اس کی آنکھیں متحرک چیز کا پیچھا کرتی ہیں یا نہیں اور وہ اپنے ہاتھوں کو notice کرتا یا نہیں کرتا یا اپنی آنکھوں کو پھیرنے میں trouble (دقت) ہوتی ہے یا اس قسم کا کوئی اور problem (خلل) ہے تو یہ اس کے development vision delay (بصارت میں افزائش کی تاخیر) کی نشانی ہوتی ہے فورا

ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ عام طور پر اس کا علاج ہوتا ہے کہ بچہ کو glasses (چشمہ) دیتے ہیں یا معمولی سی surgery (آپریشن) ہوتی ہے یا بچے کو eye-patch (آنکھوں پر غلاف) لگا کر اس کے vision کو ٹھیک کیا جاسکتا ہے۔ تیسری چیز کو کہتے ہیں motor development delay skill (حرکی افزائش کی نشونما) کہ بچے کو اعضاء کی حرکات کے اندر delay ہونا مثلاً crawling (رینگنے) میں تاخیر کرنا walking (چلنے) میں دیر کرنا، یا چیزوں کو پکڑنے میں اس کی پکڑ کا ٹھیک نہ ہونا، یہ عام طور پر motor-skills (حرکی صلاحیتیں) ہوتے ہیں اس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں علامات اس کی یہ ہیں کہ ماں چیک کریں کہ ۳ سے ۴ ماہ کا بچہ کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے یا نہیں۔ (2) اپنے head (سر) کو وہ support (سنبھال) کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا۔ تیسرا ہاتھ میں کوئی object (چیز) آتا ہے تو اس کو منہ تک لیجاتا ہے یا نہیں لے کے جاتا اور اگر اس کے پاس کوئی چیز رکھی جائے تو اپنے پیروں سے اسے ڈھکیلتا ہے یا نہیں جب ۷ ماہ کا ہوجائے تو بچے کو ایکحالت پہ بٹھائیں تو وہ اپنے سر کو کنٹرول کرے گا year 1 کا ہوجائے اور بچہ crawl (رینگنا) نہ کرے تو it means (مطلب یہ ہے) کہ بچے میں یہ delayed scale ہے ۲ سال کا بچہ ہو اور وہ کسی چیز کو push (حرکت دینا) نہیں کرسکتا toy (کھلونے) وغیرہ کو تو یہ delay (تاخیر) کا symptom (علامت) ہوتا ہے اور اس کی اصلاح یہ ہے کہ بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

چوتھی چیز کو کہتے ہیں cognitive development delay (سمجھنے ادراک کرنے کی صلاحیت میں تاخیر) دماغی development اس میں یہ ہے کہ بچہ کے thinking (سوچنے سمجھنے) میں problem ہوتی ہے اس کی reason (سبب) ہے genetic disorder (نسلی کمزوری) یا medical problem (طبی اعتبار سے خلل) اس کی علامت یہ ہے کہ ایک سال کا بچہ چیزوں کی طرف انگلی نہ کرسکے ان کو point-out (تعیین) نہ کرسکے تو یہ delay کی نشانی ہے پھر 2 year کا بچہ اگر spoon (چمچہ) کو استعمال نہیں کرسکتا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بھی delayed ہے۔ پانچواں ہے جذباتی نشونما میں تاخیر؛ ہوتا یہ ہے کہ ایک بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ interaction proper (صحیح طور سے تعامل) نہیں کرتا بسا اوقات والدین کی بے توجہی کی وجہ سے۔ جب ماں کی توجہ بچے کو کم ملتی ہے تو بچہ کے اندر یہ emotional delay (جذباتیت میں تاخیر) آجاتا ہے وہ بچہ scared (خوف زدہ) بن جاتا ہے دوسرے بچوں کو دیکھ کر بس رونے لگ جاتا ہے

یا attachment problem (بے حد تعلق کا مسئلہ) ماں کے ساتھ اتنا زیادہ تعلق ہو جاتا ہے کہ کسی اور کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتا یا cognitive delay (ادراک کرنے میں تاخیر) ہوتی ہے مگر اس کی علامات یہ ہیں کہ ۳ ماہ کا بچہ اگر مسکراتا نہیں تو کچھ مسئلہ ضرور ہے ۷ ماہ کا بچہ اگر اس کو cuddle (چھاتی سے چمٹانا، گلے لگانا) کیا جائے اور وہ اس سے انکار کرے تو اس کا مطلب ہے کہ دیر ہے ۱۱ ماہ کا بچہ اگر اس کو ہاتھ سے peak a-boo (وہ کھیل جسمیں ہاتھوں سے چھپا کر بچوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے) کر کے اگر دکھایا جائے اور وہ response (ردعمل) نہ کرے تو delay ہے اور 1 سال کا بچہ اس کے سامنے ہاتھ wave کیا جائے اور وہ response (ردعمل) نہ کرے تو اس کا مطلب تاخیر ہے remedy (علاج) یہ ہے کہ اس کو toys دے اس کے behavioural اور skill development (برتاؤ اور نفسیاتی ترقی) کی therapy کے لئے medication بھی دی جاسکتی ہے ڈاکٹر سے مشورہ کریں ڈاکٹر آپ کو اس کے بارے میں بتائے گا یہ ایک پانچ مراحل تھے بچے کے development delays (نشونما میں تاخیر) کو دیکھنے کے لئے۔

اب اگلی اہم چیز بچے کی diet (غذا) کے بارے میں بچے کو یا تو ماں کا دودھ دینا چاہئے یا formula milk دینا چاہئے چھ مہینے کا بچہ بیٹھ سکتا ہے upright (سیدھا) اور اپنے آپ کو سنبھال سکتا ہے پھر چھ مہینے کیمدت میں بچے کو sippy intoduce (چُسنی) کرنی چاہئے ۷ سے ۸ ماہ میں جیسے بتایا کہ solid (ٹھوس غذا) دینی چاہئے تو بچے کو مرغے کا گوشت meat,fish انڈا یہ چیزیں نرم نرم کھانے کو دے سکتی ہیں تو یہ بچے کی بہترین غذا اس کو proper vitamin nutrition (مکمل غذائیت سے بھرپور) ملتی ہے۔ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچے کو cow milk (گائے کا دودھ) کب دے سکتے ہیں تو گائے کا دودھ دینے کا بہتر وقت ایک سال کے بعد ہے مگر اس کو ۸۔۹ ماہ کے بعد گائے کا دودھ دینا شروع کر سکتے ہیں ۱۲ ماہ کے بعد پھر بیشک اتنا cow milk پئے بچے کو اس سے strength (قوت) ملتی ہے اور بچے کی صحت اس سے بہتر ہو جاتی ہے بچے کے دودھ کے بارے میں تو یہی معلومات کافی تھی اب ہے toddles (چھوٹا بچہ جس نے ابھی ابھی چلنا سیکھا ہو) کی eating (کھانے) کے بارے میں بچے کو ہمیشہ خاندان کے ساتھ کھانا کھلانا چاہئے اکیلے کھلانے کے بجائے۔ scientific study (تحقیقاتی دریافت) نے یہ ثابت کیا کہ جو بچے صبح ناشتہ کرتے ہیں وہ اسکول میں بہتر پڑھتے ہیں بعض بچے ناشتہ کے بغیر چلے جاتے ہیں تو وہ اسکول میں اچھا پڑھ نہیں سکتے پھر بچوں کے لئے variety of food

cook(مختلف قسم کے کھانے) تیار کرنا چاہئے تا کہ وہ اپنی پسند کے مطابق چیز کھالے مگر شروع سے low suger,low salt (معمولی نمک اور کم چینی ہو) ورنہ اس کے لئے زیادہ salty (نمکین) اور زیادہ spicy (تیز مسالے دار) اس قسم کی شگر والی چیزیں وہ زیادہ عادت بن جاتی ہے جو بعد کے مراحل میں بچے کی صحت کے لئے کے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ جب آپ t o d d l e r (جو بچہ ابھی چلنا سیکھا ہو) کو shopping (خریداری) کے لئے جائیں تو اس کو ساتھ لے کر جائیں بچے کو بتائیں میں نے یہ چیز اٹھائی تو کیوں اٹھائی اس کے tag (چٹ یا پرچی) پہ کیا لکھا ہوا ہے اس کی قیمت کتنی ہے اور اس کے فائدے کیا ہیں یہ بچے کی informal education (غیر رسمی تعلیم) ہے۔ سائنسدانوں نے کہا کہ یہ formal education (رسمی تعلیم) سے زیادہ بہتر ہوتی ہے پھر بچوں کے پاس بہت فروٹ basket (پھلوں کی ٹوکری) بہت easily available (جو آسانی کے ساتھ اسکی دسترس میں ہوں) رکھیں juices;easily available,milk easily available کوشش کریں کہ یہ سوڈا، چپس، اور cookies (میٹھے بسکٹ) یہ بچوں سے دور ہی رہیں کیونکہ اس کی عادت اگر پڑ جائے تو بچے کی صحت پہ نقصان ہوتا ہے۔ کبھی بھی بچے کو کھانے کی چیز bribe (رشوت) میں نہ دیں اس طرح بچے میں o v e r - e a t i n g (بسیار خوری) کی عادت آجاتی ہے بچے کو جب بھی کھانا کھلائیں تو اس کو portion-size limit (محدود مقدار) کر دیں کہ دیکھو یہ آئس کریم کا کپ بڑوں کے لئے ہوتا ہے آپ baby ہو آپ اس کو 1/3 کھا سکتی ہو آپ اس کو 1/2 کھا سکتی ہو تو جب portion-size limit کر دیا جائے تو بچہ پھر اس چیز کو اتنا ہی کھا کے بس کر دیتا ہے، ورنہ تو ایک کے بعد دوسرا کپ مطالبہ کرتا ہے بچے کو sweets ban (میٹھی چیزوں کی ممانعت) مت کریں کہ تم نے میٹھی چیز بالکل نہیں کھانی they will eat more (وہ پھر مزید کھائیں گے) ان کو تھوڑا تھوڑا sweets دیں۔ sweet کھانا بچے کی ضرورت بھی ہے۔ ہاں ایک اہم بات cut down on processed food (باہر کے تیار شدہ کھانوں کو کم کر دیں) یہ جو processed food ہیں ان میں preservatives ہوتے ہیں وہ بچے کے لئے بہت نقصان دہ ہوتے ہیں ان کو صحیح رکھنے کے لئے ان کے اندر p r e s e r v a t i v e s ڈالا جاتا ہے جو basically low poison (بنیادی طور پر ہلکا زہر) ہوتا ہے جو بکٹیریا کو مارتا ہے اگر وہ زہریلے بکٹیریا کو kill (مارنا) کرتی ہے تو بچے کے اپنے پیٹ میں بھی healthy bacteria (صحت مند بکٹیریا) ہوتی ہے وہ ان کو کیوں kill (مارنا) نہیں کرسکتی

لہٰذا tinned food (ٹین کے ہوابند ظرف میں محفوظ کی گئی غذا) بچے کے لئے جتنا avoid (اجتناب) کرسکیں اتنا بہتر ہوتا ہے۔ اسی طرح white bread (سفید روٹی) کیک یہ جو processed چیزیں ہیں یہ نقصان دیتی ہیں۔ بچے کے لئے frozen treats (ٹھنڈی غذا) ماں کو خود بنانے چاہئے مثلاً juice cubes freeze (پھلوں کے رس کی بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی برف کی ڈلیاں) تیار کریں grapes (انگور) کو freeze (منجمد) کریں بچہ enjoy کریں۔ اب next topic (دوسرا عنوان) ہے kids and junk food (بچے اور کم غذائیت کے کھانے) چونکہ ہم ایسے سائنٹفک دور میں ہے کہ junk food (کم غذائیت کے کھانے) عام ہوگیا ہے اب اس کو stop بھی نہیں کرسکتے مگر......

مگر بچوں کے لئے ہمیں عمدہ غذا اختیار کرنی چاہئے) مثلاً french fries ہیں تو grilled (بھنا ہوا) اور low fat (کم چکنائی والا) والی لیں آئس کریم ہے تو low fat والی لیں، frozen yoghurt (جما ہوا دہی) بچوں کو کھلائے اس کی عادت پڑے fresh fruit smoothie (تازہ پھلوں کو دودھ یا دہی میں حل کرکے بنایا ہوا کسی قدر گاڑھا مشروب) بچے کے لئے اور اچھا ہوتا ہے اگر چکن ہے تو grilled or baked (سیکا ہوا یا بھنا ہوا) دو donut (میٹھے آٹے کا پیڑا حلقے کی شکل میں) جو مارکیٹ میں ملتی ہے وہ بے حد میٹھے ہوتے ہیں گھر میں بنائیں اور ہلکی شکر کے donut بچے کو دیں کہ گھر میں donut کھانے کی اسکو عادت ہوجائے۔ چاکلیٹ بچے کو hyper-active (بہت فعّال) بنا دیتا ہے لہٰذا چاکلیٹ والا بسکٹ دیں مگر ایک پرت کی ہوتا کہ زیادہ چاکلیٹ اس کے منہ میں نہ جائے بچے کو potato (آلو) چپس دیں مگر low-salt (ہلکے نمکین) والے کی عادت ڈالیں pop-corn (بھنی ہوئی مکئی کی کھیلیں) کھانا چاہتا ہے تو un-buttered (بلا مکھن) کھائے اگر چپس ہے تو baked (بغیر تیل والی بھنی یا سکی ہوئی) دو۔ سویا والی اچھی ہوتی ہے۔

اگر کبھی باہر کھانا پڑے تو۔۔۔

بچوں کے ساتھ کبھی باہر کھانا پڑتا ہے سفر میں تو ایسے موقعوں پر یاد رکھیں کہ بازار میں جو مشروبات ملتے ہیں بچے کے لئے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر فاسفورک ایسڈ ڈالا جاتا ہے اور اس کو bond بنانے کے لئے کیلشیم چاہئے تو دودھ میں غذا میں جتنا کیلشیم ہوتا ہے وہ فاسفورک اس کو جذب کرلیتا ہے اور بدن کے لئے کیلشیم نہیں بچتا۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ بچے کی ہڈیاں کمزور رہ جاتی ہیں بلکہ

اگر کھانے اور غذا میں کیلشیم نہیں ہوگا تو بچے کی ہڈیوں سے calcium لیکر وہ phosphoric acid bond بنائے گا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے بچے کو weak (کمزور) کرنے والی بات ہے۔ پھر چکن ٹکا جو ہے اس سے حتیٰ الوسع پرہیز کریں کہ وہ غیر صحت مند اجزاء جو ہوتے ہیں چکن کے انہوں نے اس میں ڈالے ہوتے ہیں اس کو c r u s h (پیس) کرکے لذیذ تو بنا دیتے ہیں مگر آپ نہیں جانتے کہ اس کے ingredients (اجزائے ترکیبی) کیا ہیں اگر آپ دیکھ لیں تو کبھی ہاتھ بھی نہ لگائیں۔ fries (تلی ہوئی اشیاء) کو s k i p (ترک) کرنے کی کوشش کریں البتہ چھوٹا بچہ ہے تو اس کو carrot (گاجر) دیں cucumber (کھیرا) دیں grapes (انگور) دیں، فروٹ salad (سلاد) دیں تو یہ چیزیں اس کی d i e t (غذا) میں اندر وٹامن کو a d d (شامل) کردیتی ہیں بچے spaghettis (میکرونی اور سویوں کی درمیانی موٹائی کی میدہ کی بنی ہوئی لڑیوں کی صورت کا کھانا) بہت خوشی سے کھاتے ہیں vegetabale (ترکاری) خوشی سے کھاتے ہیں، البتہ macaroni (ایک طرح کی موٹی سوئیاں اور cheese (پنیر) یہ بچوں کو زیادہ دینا نقصان دے سکتا ہے۔ بعض بچے کھانا چھوڑ دیتے ہیں تو اگر بچے کھانا چھوڑ دیں تو اس کی وجہ ہوتی ہے کہ ان کا دماغ ان کو اندر اشارہ نہیں دے رہا، ان کے پیٹ خالی بھی ہوتے ہیں مگر کچھ نہیں کھاتے اور ماں کے لئے problem ہوتی ہے تو اس کے لئے ایک syrup (شربت) آپ لکھ لیجئے اس کا نام ہے scott اگر 5ml یہ بچے کو دن میں ایک مرتبہ دے دیا جائے تو یہ بچے کے mind (ذہن) کو hunger mode (حالت وکیفیت) پہ لے آتا ہے اور وہ بچہ جو ایک لقمہ نہیں کھاتا تھا وہ بڑے شوق سے بیٹھ کے full (پیٹ بھر) ہو کے کھانا کھالیتا ہے یہ ایک اچھی چیز ہے۔

اب آخری چیز کہ بچے کے اس پہلے ایک دو سال میں ماں کو کچھ چیزیں بھی استعمال کرنی پڑتی ہیں ان کو baby products (بچوں کے لئے بنی ہوئی اشیاء) کہتے ہیں اس کی بھی معلومات لے لیجئے یہ جو پلاسٹک bottles ہوتی ہے جب اس میں ہم گرم گرم دودھ ڈالتے ہیں تو یہ زہریلا مادہ خارج کرتی ہیں اور یہ بچے کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے تو جب بھی بچے کے لئے دودھ پلانے والی بوتل آپ خریدیں b.p.a free ہونی چاہئے just ask one single question, (ایک بالکل چھوٹا سا سوال پوچھئے) کہ کیا یہ بوتل b.p.a free ہے اگر ہو تو بہت اچھا۔ چنانچہ گلاس bottles میں کی جو avent philips کی جو bottles ہوتی ہیں وہ b.p.a free ہوتی ہے بوتل میں ایک d& brown natural flow bottles ملتی ہیں یہ بوتل baby کے لئے بہت اچھی ہوتی ہے چونکہ

baby کو گیس problem نہیں ہوتی بچے کے سونے کے لئے آپ کو مختلف mattresses ملیں گے لیکن تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ بچے کے لئے میموری فونز سب سے بیسٹ ہوتی ہے جو مائیں اپنے بچے کو memory foams پہ سلاتی ہیں عام طور پر ان بچوں کے سر گول ہوتے ہیں جو کسی اور foam پہ سلائے ان کے سر لمبے ہوجاتے ہیں تو ماں کو اس پر محنت کرنی پڑتی ہے تو سر کا proportionally round (مناسب گولائی والا) ہونا خوبصورتی ہے اور memory foams پر سلانے سے یہ چیز آسانی سے مل جاتی ہے اگر بچے نے sippy لینی ہے اگر بچے نے pacifier لینا ہے چُسنی لینی ہے تو ۶ مہینے کے بعد میں جا کر اس کو دینی چاہئے مگر اس کو کہتے ہیں orthodonic۔ یہ جو ہوتی ہے orthodonic یہ دانت کو deshape (بھدّا) ہونے نہیں دیتی ورنہ بچے اگر منہ میں چُسنی زیادہ رکھیں تو ان کے جو دانت ہوتے ہیں وہ properly grow (مناسب افزائش) ہونے کے بجائے اونچے ہوجاتے ہیں اور ان کے لئے بدصورتی کا باعث بنتے ہیں تو جب بھی کوئی چُسنی خریدیں تو orthodonic pacifier کا نام ضرور یاد رکھیں! bathing ٹب ہے کوئی بھی ہوسکتا ہے لیکن جو infant right height water center ہے وہ کافی بہتر ہوتا ہے۔ diapers بچے کے لئے کوئی بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں مگر study بتاتی ہے کہ pampers and huggias ان لوگوں کی ریسرچ کیونکہ بہت زیادہ ہوتی ہے تو ان کے جو diapers ہوتے ہیں وہ بچے کے لئے بہت اچھے ہوتے ہیں۔

اب اس وقت تک آپ کو بچے کی physical growth (جسمانی نشونما) کے بارے میں 11 windows بتائی گئیں۔ بچے کی mental growth (ذہنی نشونما) کے بارے میں ۱۱ مراحل بتائے گئے۔ بچے کے delays (تاخیر) کے بارے میں 5 تاخیریں بتائی گئیں اگر آپ نے یہ تین کام کر لئے تو اس کا مطلب کہ آپ کا بچہ بہت healthy (صحت مند) حالت میں بچپن سے نکل کر اب لڑکپن کی طرف چل پڑا اور آپ اپنی محنت میں کامیاب ہوگئیں۔

خاوند حضرات توجہ فرمائیں:

ماں کو اپنے بچے پہ بہت توجہ دینی پڑتی ہے۔ خاوند کو چاہئے کہ جب baby ہو تو اپنی بیوی کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ جو خاوند بچے والی عورت کو order کرتے ہیں اذیت دیتے ہیں ذہنی تناؤ کی حالت میں رکھتے ہیں تو ماں کی جو بچے کی طرف توجہ ہے وہ کم ہوجاتی ہے تو وہ باپ صرف اپنی بیوی کو اذیت نہیں دے رہا ہوتا اپنے بچے کے نشونما میں رکاوٹ ڈال رہا ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے

بھی لکھا ہے کہ حاملہ ہو عورت تو بھی اس کو خاوند خوش رکھنے کی کوشش کریں بچے والی ہو تو بھی خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ اب بچے والی ماں ہے اور خاوند ہی کے انتظار میں بیٹھی ہے اور خاوند صاحب کو باہر سے فرصت نہیں کبھی تو بزنس کی واقعی demands (ضرورتیں) ایسی ہوتی ہیں کہ ٹائم زیادہ دینا پڑتا ہے اور کبھی الٹی حرکتیں کرتے ہیں اور نام بزنس کا لگاتے ہیں اس لئے کچھ مردوں کے آفس دن میں لگتے ہیں جن کی عادتیں خراب ہوں ان کا آفس رات تک چلتا رہتا ہے۔ تو خاوند کو چاہئے کہ ایسے موقعہ پر وہ support (مدد) کریں اپنی بیوی کو، اس کو خوش رکھیں تاکہ وہ خوشی کی حالت میں بچے کی طرف توجہ کر سکیں ماں کو اپنے بچوں کی وجہ سے راتوں کو جاگ کر گزارنا پڑتا ہے اس کی نیند پوری نہیں ہوتی وہ کھا نہیں سکتی اس لئے کہ وہ بچے کو پہلے پلاتی ہے بعد میں خود پیتی ہے، بچے کو پہلے کھلاتی ہے بعد میں خود کھاتی ہے، بچے کو پہلے سلاتی ہے بعد میں خود سوتی ہے اور پھر اگر سوتی ہے تو بچہ اس کو disturb (پریشان) کر دیتا ہے اب بچہ اگر اس کو disturb کرے گا تو اس کو کہیں سے تو سکون ملنا چاہئے یہ سکون اس کو خاوند دے سکتا ہے ہم نے دیکھا کئی گھروں میں ساس کا رویہ ہی ایسا پریشان کن ہو جاتا ہے وہ عورت جو ماں ہے پریشان ہوتی ہے تو جتنے باہر کے لوگ وہ ماں کو پریشان کر رہے ہوتے ہیں وہ حقیقت میں بچے پہ بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں ان کی یہ حرکتیں بچے تک منتقل ہو رہی ہوتی ہیں اور جو ماں کو خوش رکھتے ہیں حقیقت میں وہ اپنے بچے کی اچھی نشونما کا انتظام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام معلومات کو یاد کرنے کی توفیق دے اس کو عملی طور پر برتنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کی اچھی پرورش فرمائے اور انہیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

(۔۔۔صفحہ ۱۶ کا بقیہ)

اس کے علاوہ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ ان آیتوں میں جو یہ ایک ہی حکم کی مختلف تعبیرات ایک سلسلۂ کلام میں نظر آ رہی ہیں (اور اسی سے باعثِ سوال بنتی ہیں) واقعہ میں یہ ایسے الگ الگ موقعوں پر وارد ہونے والی تعبیرات ہیں جن کے درمیان صدیوں کے فاصلے ہیں۔ فاسقون کا لفظ انجیل نازل فرمائے جانے

کے موقع کا ہے۔جبکہ کافرون کا لفظ یا توارت کے مضمون کی حکایت ہے،نہیں تو پھر قرآن کا اپنا لفظ ہے،بہرحال ایک الگ موقع کا لفظ۔۔پس یہ مسئلہ بھی نہیں پیدا ہوتا کہ اس لفظی اختلاف سے دونوں مقامات کا حکم ایک ہی ہونا کچھ مشتبہ تو ہو ہی جاتا ہو۔نہیں، بلکہ اپنی اپنی جگہ ہر لفظ اپنے سیاق وسباق میں اپنا مدعا واضح کررہا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ کسی معاملہ میں اللہ کا حکم اس کی کتاب یا اس کے رسول کی زبان سے متعیّن ہونے بعد کوئی شخص جو اس رسول اور کتاب پر ایمان کا مدعی ہے اس کے خلاف کوئی دوسرا حکم نافذ کرتا یا بتاتا ہے تو وہ اس سنگین گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جس کیلئے قرآن وحدیث کی زبان میں کفر،ظلم اور فسق کے الفاظ آتے ہیں،جن کے مفہوم کا کم سے کم درجہ سخت نافرمانی کا ہے،جو اصطلاحی زبان میں کفر نہیں فسق وظلم ہے۔

اور انتہائی درجہ ان کا یہ ہے کہ عملی نافرمانی کے ساتھ دل بھی حکمِ الٰہی کی عزت سے خالی ہوگیا ہے جس پر معروف اصطلاحی زبان والا لفظ' کافر' صادق آجاتا ہے۔اور اس سے آدمی کلّیۃً دین سے خارج ہوجاتا ہے۔

یہ بات کہ کفر کا اطلاق بغیر خاص اصطلاحی مفہوم لئے ہوئے کبیرہ گناہوں پر بھی ہوتا ہے۔قرآن و حدیث ہی سے ثابت ہے۔حدیثِ صحیح میں مسلمان بھائی سے قِتال کو کفر بتایا گیا ہے "سبابُ المسلم فسوقٌ و قتالهٗ كفرٌ (مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کفر) لیکن خود قرآن کہتا ہے: وَاِنۡ طَآئِفَتَانِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا۔۔۔(اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم قتل وقتال کرنے لگ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔۔۔الحجرات۔۹:۴۹) اس آیت کی رو سے یہ قتل وقتال والے مسلمان مؤمن ہی رہتے ہیں کافر نہیں ہوجاتے کہ آپس میں مارکاٹ کے لئے چھوڑ دئے جائیں۔

الغرض فیصلہ اور فتویٰ کا منصب رکھنے والے لوگ جو کتاب اللہ پر ایمان کے مدعی ہوں اگر احکامِ الٰہی کے مطابق فیصلہ اور فتویٰ سے انحراف کریں تو یہ ایسا سخت ترین گناہ ہے کہ "کفر" کا اطلاق اس پر کیا جا سکتا ہے،اگرچہ اصطلاحی معنیٰ میں کافر نہ قرار دیا جائے۔اور اگر انحراف عمل ہی تک محدود نہیں ہے، ذہن و عقیدہ میں بھی سرایت کرگیا ہے تب تو اگر وہ کافر نہیں تو پھر کافر ہوتا کون ہے؟

☆☆☆

گذشتہ شمارے (ماہ نومبر ۲۰۱۳ء) میں ایک غلطی اور اُس کی تصحیح

صفحہ ۱۰ پر حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب الی رحمۃ اللہ کی ذیلی سرخی کے تحت اُن کے انتقال کی خبر میں شمسی تاریخ غلطی سے ۲۹ اکتوبر لکھدی گئی ہے، وہ دراصل ۲۹ ستمبر ۲۰۱۳ء ہے۔قارئین کرام اِس غلطی کی تصحیح فرمالیں۔ادارہ اس سلسلے میں معذرت خواہ ہے۔ (ناظم شعبہ رابطہ عامہ)

مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن ✷

دینی مدارس کا نصاب
چند توجہ طلب پہلو

۱۱ مارچ 2013ء کو اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے زیرِ اہتمام کونسل کے آڈیٹوریم اسلام آباد میں ''نصاب سازی کا طریقہ اور اس کی فکری ونظریاتی بنیادیں'' کے موضوع پر ایک گول میز مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس مذاکرہ میں دینی مدارس کے پانچوں امتحانی بورڈز کے ذمہ داران شریک ہوئے تھے۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان کی طرف سے رابطہ کے ناظم اعلیٰ ومہتمم جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اور نائب ناظم اعلیٰ رابطۃ المدارس الاسلامیہ جناب حافظ ساجد انور صاحب نے شرکت کی تھی۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس مذاکرہ میں مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کی گفتگو کو تحریری صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

''نصاب سازی کا طریقہ کار اور اس کی فکری ونظریاتی بنیادیں'' کے عنوان سے زیرِ بحث موضوع کا تعلق دینی مدارس کے نصاب سے ہے۔ اس حوالہ سے چند گزارشات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ مدارس کے نصاب ونظام میں اصلاح اور Reforms کی باتیں کن عناصر کی طرف سے کی جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں دو مختلف عناصر کی طرف سے کی جاتی ہیں۔

ایک طرف براہِ راست مغربی عناصر اور ان کے وہ مقامی ذہنی غلام ہیں جو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مدارس کے نصاب میں تبدیلی، ان کو قومی دھارے (Main Stream) میں لانے اور جدید تعلیم کے ذریعے مدارس کے فضلاء کے لئے روزگار فراہم کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ان عناصر کی

✷ مہتمم جامعہ اسلامیہ تفہیم القرآن مردان وناظم اعلیٰ رابطۃ المدارس الاسلامیہ، پاکستان

طرف سے پیش کردہ یہ تجاویز بظاہر پُرکشش اور مفید نظر آتی ہیں لیکن فی الحقیقت ان باتوں کے پیچھے مدارس کے لئے خیر خواہی کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا بلکہ مختلف مواقع پر ان کے ظاہر کردہ خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عناصر دینی مدارس کو دہشت گردی اور رجعت پسندی کے مراکز تصور کرتے ہیں۔اس حوالے سے میں مختصراً دو مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

پہلا اقتباس اس مضمون کا ہے جسے ہارورڈ یونیورسٹی کے کینڈی سکول آف گورنمنٹ کی ریسرچ سکالر ڈاکٹر جسیکا سٹرن (Dr Jesseka sterm) نے تحریر کیا ہے اور جس سے دینی مدارس کے بارے میں اس ذہنی تصور کی عکاسی ہوتی ہے۔

یہ امریکی مصنفہ لکھتی ہے: ’’چونکہ ان دینی مدارس پر حکومت پاکستان کی کوئی نگرانی نہیں ہے اس لئے یہ مدارس تنگ نظر اور دہشت گرد عناصر کے تربیتی مراکز بن چکے ہیں۔‘‘ (روزنامہ ڈان کراچی،2 دسمبر 2000ء)

ایک اور صاحب نے Pakistan`s Madrassais: Ensuring a system of Education and Jihad کے عنوان سے پاکستان کے دینی مدارس پر ایک مقالہ تحریر کیا تھا۔اس مقالہ میں ایک مقام پر مسٹر سنگر لکھتا ہے:

’’دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو اقتصادیات، سائنس اور کمپیوٹر کا فہم حاصل نہیں ہوتا۔یہ ادارے بیروزگار نوجوانوں کا ہجوم تیار کر رہے ہیں جن کا اور تو کوئی مصرف نہیں البتہ یہ لوگ مساجد کے امام یا کسی مسجد کے چھوٹے موٹے خدمت گار ہی بن سکتے ہیں‘‘۔

یہ دو اقتباسات میں نے بطور مثال آپ کے سامنے رکھے ہیں ورنہ دینی مدارس کے بارے میں مذکورہ تفصیلی مقالات اور اس طرح کے دیگر رپورٹس سے ان عناصر کا خبث باطن کھل کر سامنے آتا ہے۔ایسے عناصر کے ساتھ ہمارے مکالمے اور گفتگو کا انداز مختلف ہوتا ہے۔جہاں تک ڈاکٹر جسیکا کی طرف سے مدارس پر دہشت گردی کے مراکز ہونے کا الزام ہے تو یہ سراسر لغو اور حقائق کے منافی ہے۔یہاں وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اور تنظیمات کے دیگر ذمہ داران موجود ہیں اور ان کو یاد ہوگا کہ ان کی موجودگی میں دورہ امریکہ کے دوران میں نے عرض کیا تھا کہ کچھ عرصہ قبل یہاں (امریکہ) کی ایک یونیورسٹی میں ایک طالب علم نے کلاس روم میں پستول نکال کر 35 طلباء کو قتل کیا تھا۔اب اس واقعہ پر یہ تبصرہ کرنا بے انصافی ہوگی کہ چونکہ اس ادارے میں بڑی تعداد میں ایک طالب علم نے طلباء کو قتل کیا ہے لہٰذا یہ ادارہ دہشت گرد تیار کر رہا ہے اور اس طرح قاتل طالب علم کی عیسائی شناخت کی

وجہ سے تمام عیسائیوں کو دہشت گرد قرار دینا بھی قرین انصاف نہیں ہوگا۔اس لئے اسلامی علوم کے مدارس کو دہشت گردی کے مراکز گردانا اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینا بھی انصاف اور اعتدال کے منافی ہے۔

اسی طرح مدارس کے فضلاء کے روزگار کے لئے فکرمندان عناصر کو شاید اس حقیقت کا ادراک نہیں ہے کہ آج تک پاکستان میں مدارس کے فضلاء نے کبھی بھی روزگار مہیا کرنے کے لئے سڑکوں پر مظاہرے نہیں کئے ہیں اور نہ حکومت سے اس کا کوئی مطالبہ کیا ہے۔لیکن اس کے برعکس یونیورسٹیوں اور کالجز کے گریجویٹس، ڈاکٹرز، انجینئرز، اساتذہ اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے بیروزگاروں کی ایک بڑی تعداد آئے روز حکومت سے روزگار مہیا کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس لئے مطالبہ نہ کرنے والوں کی بجائے مانگنے والے ضرورت مندوں کو سب سے پہلے روزگار مہیا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔بہرحال اس انداز سے ہم ان لوگوں سے مکالمہ کرتے ہیں جو مدارس کے خیر خواہ نہیں بلکہ ان کے وجود کے دشمن ہیں۔

دوسری طرف ایک بڑی تعداد ان مخلصین علماء کرام اور اصحاب فکر ودانش کی بھی ہے جو نہایت اخلاص اور جذبہ خیر خواہی سے دینی مدارس کے اصل نصاب کو تبدیل کئے بغیر ان کے نصاب ونظام میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیوں کی بات کرتے ہیں۔اسلامی نظریاتی کونسل کے موجودہ چیئرمین اور اس مذاکرہ کے داعی مولانا محمد خان شیرانی صاحب کو بھی ہم اسی گروہ میں شمار کرتے ہیں اور ایسے تمام مخلص اہل علم کی کاوشوں اور تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

نصاب سازی ایک باقاعدہ سائنس ہے جس میں چند بنیادی عناصر (Elements) کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے۔ان عناصر میں مقاصد تعلیم، شعبہ وار نفس مضمون کی تدریجی تفصیلات، ابلاغی اور تدریسی حکمت عملی اور سیرت وکردار کی تشکیل کے لئے سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔اسی طرح نفس مضمون یا ''فن'' کا علم حاصل کرنے کے لئے مجوزہ درسی کتب کی فہرست بھی بغرض سہولت مہیا کی جاتی ہے۔نصاب سازی میں اس بات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے کہ اس میں وسعت پذیری کا امکان موجود ہو اور وہ اپنی نظریاتی بنیاد پر قائم رہتے ہوئے عصر حاضر کے تقاضے پورے کرتا ہو۔

دینی مدارس کے مقاصد تعلیم کے حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ ان مدارس کا مقصد دینی علوم کے ایسے ماہرین تیار کرنا ہے جو معاشرے کی شرعی اور دینی ضروریات میں رہنمائی فراہم کرسکیں۔سائنس وٹیکنالوجی کے ماہرین تیار کرنا ان مدارس کے مقاصد واہداف میں شامل نہیں ہے لیکن معاشرے کی شرعی اور دینی رہنمائی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عصر حاضر کے جدید مسائل، فتنوں اور زبانوں سے بھی ضروری

واقفیت حاصل ہو۔

مدارس کے نصاب میں اصل مضامین یا فنون کو برقرار رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز پر غور کیا جاسکتا ہے

فقہ:۔۔۔ فقہ کی کسی ایک فقہی مذہب یا مسلک کی تعلیم کے ساتھ دوسرے مذاہب کی کتابوں اور موقف سے آگاہی کی طرف بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اس طرح طلباء میں وسعت فکر ونظر پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ گروہی اور مسلکی تعصّبات کا ازالہ بھی ہوسکتا ہے۔اسی طرح فقہ اسلامی میں چونکہ اسلامی قانون کی تعلیم دی جاتی ہے اس لئے میری یہ بھی تجویز ہے کہ رومی، یہودی اور جدید قانون سازی کے اسلامی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ کے ساتھ ساتھ ''مجموعہ تعزیرات پاکستان'' اور ''ضابطہ فوجداری'' کی تعلیم کو بھی شامل نصاب کرنا ضروری ہے۔

تقابل ادیان:۔۔۔ دینی مدارس کے لئے تمام بڑے مذاہب کی تاریخ،عقائد،عمل اور ان کی جدید حکمت عملی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔اس حوالہ سے یہودیت،عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت کی تعلیمات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔اسی طرح عصر حاضر کے مختلف نظریات نے بھی آج جدید مذاہب کی شکل اختیار کرلی ہے مثلاً سیکولرازم،کیپیٹل ازم،نسل پرستی،قوم پرستی اور لامذہبیت وغیرہ۔اس لئے ان مختلف نظریات پر مبنی نظاموں کو زیرِ مطالعہ لانا بھی ضروری ہے۔

منطق:۔۔۔ یونانی فلسفہ اور منطق کو ماضی کی طرح پوری تفصیل اور گہرائی کے ساتھ مدارس میں پڑھانے کی آج ضرورت نہیں ہے لیکن اس کو درسِ نظامی کے نصاب سے یکسر خارج کرنا بھی مفید نہیں ہے۔منطق وفلسفہ کی ضروری اصطلاحات اور مبادیات سے واقفیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلاف کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ انہی علوم کی اصطلاحات اور اسلوب پر مشتمل ہے۔مثلاً امام غزالی کی کتاب ''المستصفیٰ'' جو اصول فقہ کی کتاب ہے لیکن منطقی اصولوں پر مبنی ہے اور اس طرح امام شاطبی کی کتاب ''الموافقات'' اور امام فخر الدین رازی کی ''تفسیر کبیر'' کے مباحث کو سمجھنے کے لئے منطق کے مبادیات سے آگہی ضروری ہے۔

جدید علوم اور زبان دانی:۔۔۔ امام ابو حامد غزالی نے اپنے دور کے علم منطق کے بارے میں

فرمایا تھا کہ ''من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً'' جس نے منطق نہیں سیکھی تو اس کا علم میں کوئی مقام نہیں ہے۔اس قول کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ جس کے پاس قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کا علم موجود ہے تو پھر بھی وہ علم میں کوئی مقام نہیں رکھتا بلکہ اس قول کے ذریعے امام غزالی نے علم منطق کے حصول کی ترغیب دلائی جس کو اس دور میں اہمیت حاصل تھی۔اسی طرح آج کے جدید علوم سے واقفیت علماء دین کے لئے انتہائی ضروری ہے۔اس سلسلہ میں مدارس کے نصاب میں سائنس ،سماجی علوم اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا ابتدائی تعارفی مطالعہ شامل کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح جدید سماجی علوم مثلاً سیاسیات، نفسیات ،معاشیات اور بین الاقوامی امور کا تعارفی وتنقیدی مطالعہ شامل کرنا بھی ضروری ہے۔مزید برآں جدید علوم سے شناسائی اور دینی تعلیمات کے ابلاغ کے لئے عربی اور اردو کے ساتھ انگریزی زبان سے اس حد تک واقفیت ضروری ہے کہ انگریزی میں لکھی ہوئی تحریر کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنا مافی الضمیر بھی بیان کیا جاسکے۔

بحث وتحقیق:۔۔۔تحقیقی انداز میں تحریری صلاحیت پیدا کرنا بھی اشاعتِ دین اور باطل کی تردید کے لئے ازحد ضروری ہے۔جدید تعلیمی اداروں میں ماسٹر اور پی ایچ ڈی کے طلباء کے لئے ''مناہج البحث'' یا انگریزی میں (Research Methedology) کے عنوان سے باقاعدہ مضمون پڑھایا جاتا ہے تاکہ ان کو تحقیقی مقالہ جات لکھنے میں آسانی ہو۔اس موضوع پر عربی ،انگریزی اور اردو میں پہلے سے موجود کسی معین کتاب کو شامل کرنا مفید ہوگا۔

دعوت وتبلیغ کے جدید وسائل وذرائع کا استعمال بھی موثر ابلاغ کے لئے ضروری ہے۔ملٹی میڈیا اور انٹرنیٹ جیسے جدید ذرائع کا عملی استعمال سکھانے کا اہتمام بھی وقت کی ضرورت ہے۔بعض جدید تعلیمی اداروں میں شعبہ اسلامی علوم کے طلبہ کو ''وسائل الدعوۃ الحدیثۃ'' کے نام سے باقاعدہ مضمون پڑھایا جاتا ہے۔

یہ چند گزارشات تھیں جو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کردی ہیں اور ایک دینی مدرسہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے مجھے یہ بھی احساس ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب بڑا بھاری بھرکم ہے جس میں ایک اور مضمون کو شامل کرنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے لیکن یہ کام منطق وفلسفہ کی بعض کتابوں کو نکالنے کے بعد مختصر دورانیے کے بعض لیکچرز کے ذریعے بھی کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

غیر ضروری سمجھ کر آپ اس صفحہ کو نظر انداز نہ کریں،
ناظم شعبہ رابطۂ عامہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

ماہنامہ الفرقان کے خریداروں سے ایک اہم گذارش

"خریداری نمبر" اور "مدت خریداری" سے متعلق

☆ کیا آپ کو اپنا خریداری نمبر (.Subscription No) اور آپ کی مدت خریداری (Subscription validity) معلوم ہے؟؟؟؟ اگر نہیں تو فوراً معلوم کریں، اور اسکو نوٹ کر کے اپنے پاس محفوظ کرلیں۔۔۔۔ اسی طرح مدت خریداری کب ختم ہو رہی ہے؟ اس بات کو بھی محفوظ کرلیں؛ تاکہ آپ مدت خریداری کے ختم ہوتے ہی زرتعاون فوری طور پر بغیر کسی تاخیر کے ارسال کرسکیں۔۔۔۔

"زرِتعاون" ارسال کرنے اور VP سے متعلق

☆ مدت خریداری ختم ہوتے ہی جلد از جلد بلا تاخیر اپنا چندہ روانہ فرمادیں۔۔

☆ اگر آپ بذریعہ منی آرڈر اپنا زرتعاون بھیج رہے ہیں، تو پیغام کی جگہ پر اپنا پورا پتہ صاف صاف لکھیں، پن کوڈ ضرور درج کریں، ساتھ ہی ساتھ فون نمبر بھی لکھیں، جو حضرات (Electronic money order) EMO کے ذریعہ زرتعاون ارسال کرتے ہیں وہ حضرات اپنا خریداری نمبر ضرور ارسال فرمائیں، کیونکہ EMO میں پتہ پرنٹ ہونا مشکل ہوتا ہے، اس لئے اپنا خریداری نمبر ضرور درج کردیں۔ تاکہ آپ کو VP کے ذریعہ رسالہ نہ روانہ کیا جائے۔۔۔ کیونکہ تاخیر کی صورت میں اگر اطلاع نہیں کی گئی تو مقررہ تاریخ میں رسالہ بذریعہ VP روانہ کردیا جائے گا، اس بیچ اگر آپ نے زرتعاون بھیج دیا، اور VP بھی یہاں سے روانہ ہوچکی تو VP کے مزید Rs.35 آپ پر بار ہوگا، اور اگر آپ نے VP واپس کردی تو الفرقان کو فی شمارہ Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے۔

☆ اگر کسی وجہ سے مدت خریداری کے ختم ہوتے ہی آپ زرتعاون ارسال نہیں کرپائے، اور تاخیر کی اطلاع بھی دفتر میں نہیں کرسکے، تو فوری طور پر آفس فون کر کے اپنا خریداری نمبر بتا کر معلوم کرلیں کہ میرا رسالہ بذریعہ VP روانہ ہوچکا یا نہیں؟ اگر نہیں! تو فوراً اپنا تعاون ارسال فرمائیں۔۔۔ اگر VP روانہ کی جاچکی ہے تو اب صرف VP کا انتظار فرمائیں۔ اور VP پہونچنے پر اسکو ضرور حاصل کرلیں، واپس نہ کریں تاکہ آپ کی وجہ سے ادارہ الفرقان کا نقصان نہ ہو۔

☆ اگر آپ نے صحیح وقت پر زرتعاون روانہ کردیا، مگر کسی وجہ سے وقت پر وہ الفرقان نہیں پہونچا، یا اسکی اطلاع الفرقان نہ پہونچ سکی، اور الفرقان سے VP آپ کو روانہ کردی گئی، تو ہماری درخواست ہے کہ آپ اُس VP کو وصول فرمالیں، اس صورت میں آپ کی مدت خریداری میں دو سال کا اضافہ ہوجائے گا۔ البتہ آپ VP واپس کرنے میں حق بجانب تو ہوں گے، مگر بہر حال الفرقان کو Rs.40 کا نقصان ہوگا۔

مفتی امداد الحق بختیار پروہی☆

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ
چند نقوش وتأثرات

شاید ہماری بداعمالیوں، سیاہ کاریوں، ناقدریوں اور بے ادبیوں کی وجہ سے علماء ربّانین، ایسی رفتار کے ساتھ ہم سے جدا ہو رہے ہیں جیسے موسمِ خزاں کی آمد پر موسمِ بہار غائب ہو جاتا ہے، چاروں طرف سناٹا اور ہو کا عالم ہوتا ہے، پچھلے نصف دہے کے درمیان اتنی محرومیاں ہمارے حصے میں آئی ہیں کہ ان کے تصور سے بھی آج روح کانپ جاتی ہے اور دل بیٹھ جاتا ہے، اس عرصے میں ہمارے اوپر غم واندوہ کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں جس کے بعد ہم اپنے اندر دوبارہ کھڑے ہوسکنے کی طاقت نہیں پاتے، ہماری حالت ایک شکست خوردہ اور انتہائی لٹے پٹے شخص کی سی ہوگئی ہے۔

اس عرصے میں ایسے کئی حضرات ہمیں داغ مفارقت دے گئے، جو ملت کا ایک عظیم سرمایہ اور اثاثہ تھے، ابھی ہم اپنے ان ہی بزرگانِ دین، اساتذۂ کرام اور مرشدین عظام کی جدائی کے غم سے پورے طور پر نکل نہ پائے تھے اور بالخصوص راقم الحروف کا جگر اپنے شفیق والد اور مربی واستاذ حضرت مولانا محب الحق صاحبؒ تلمیذ خاص حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہیؒ کی وفات سے چھلنی ہوا پڑا ہے، کہ اس کو ایک غم سہنا پڑا جب خبر آئی کہ ۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۸/ ستمبر ۲۰۱۳ء ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو ہم سب کے ہردلعزیز، عالم ربانی، حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب ایک طویل علالت کے بعد اس دار فانی کو الوداع کہہ کر معشوق حقیقی اور اس کی بے شمار و بے نظیر اور لازوال نعمتوں کے درمیان جا پہنچے۔ إنا للہ و إنا إلیه راجعون! حضرت والا کا سانحۂ ارتحال صرف ایک خانوادہ اور مخصوص علاقے کے لئے حادثۂ جاں کاہ نہیں بلکہ پوری ملت کا ایک عظیم خسارہ ہے، آپ کی وفات سے امت میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کی بھرپائی کے

☆ استاذ دار العلوم حیدرآباد

امکانات دور دور نظر نہیں آتے، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غریق رحمت کرے۔ آمین۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ازل سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنے مختلف بندوں کو مختلف اوصافِ حمیدہ سے نوازتا رہا ہے، اللہ کے ایسے برگزیدہ بندے ہر زمانے میں کم ہی ہوئے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے گوناگوں اوصاف کا حامل بنایا ہو، حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی ذات گرامی بھی انہیں قدسی صفات شخصیات میں سے تھی جن کے اندر قسام ازل نے بے شمار اعلیٰ صفات اور صلاحیتیں ودیعت رکھی تھی، آپ بیک وقت ایک کہنہ مشق قلمکار، اچھے ادیب، جادو بیاں مقرر وخطیب، اور باا ثر واعظ تھے، تو دوسری طرف کامیاب مدرس، عالم ربانی اور مصلح کامل بھی تھے، اوران سب سے بڑھ کر مرد مومن، انسانِ کامل اور انسانیت نواز تھے۔

ہمہ گیر اور بے نظیر محبوبیت ومقبولیت

اللہ تعالیٰ نے عوام وخواص کے درمیان آپ کو حیرت انگیز محبوبیت عطا کی تھی آپ کو اپنے متعلقین سے حد درجہ تعلق تھا، اگر کسی متعلق کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آتا تو برابر کے شریک غم ہوتے، خلوتوں میں سسکتے، بلکتے اور بارگاہِ ایزدی میں اس کے لئے گریہ وزاری کرتے، نیز آپ کے تلامذہ اور آپ کے درمیان جو جانثارانہ اور فداکارانہ تعلق تھا، اِس کی نظیر اس دور میں بڑی مشکل سے ملے گی، بلا استثناء آپ کے طلبہ جہاں کہیں بھی رہتے خط وکتابت اور فون کے ذریعے آپ سے برابر رابطے میں رہتے، اور ہر وقت آپ کے ذکر خیر سے رطب اللسان رہتے، آپ طلبہ کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے، ان کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تڑپ اٹھتے اور بے چین وبے قرار ہوجاتے، نہ جانے کتنے مہمانان رسول نے صرف آپ کی کفالت میں علمی سفر طے کیا، آپ قلیل المعاش ہونے کے باوجود طلبہ کا ہر طرح سے تعاون کرتے، آپ جس مدرسہ میں رہے وہاں کے طلبہ اور اساتذہ عشق کی حد تک آپ سے لگاؤ رکھتے، سب کی نگاہ میں آپ کا مقام ایک باپ سے بھی اونچا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے انتقال کی روح فرسا اطلاع جب آپ کے جانثاروں کو ملی تو یہ خبران پر بجلی بن کر گری اور اتنا گریہ ان پر طاری ہوا کہ حقیقی والد کے وفات پر بھی نہ ہوا ہوگا، ہر ایک آب دیدہ تھا، سب اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگے؛ کیوں کہ آپ کے تمام متعلقین زندگی کے تمام شعبوں میں آپ ہی سے مشورہ لیتے اور آپ کے حکم سر آنکھوں پر رکھتے تھے، اب اُن کی خبر گیری، رہنمائی اور اشک شوئی کرنے والا اس دنیا میں نہ رہا، تو وہ کیوں نہ اپنے آپ کو یتیم سمجھتے، اسی طرح مسلم اور غیر مسلم عوام بھی آپ کو ٹوٹ کر

چاہتے تھے، آپ کی محبوبیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود آپ کے آبائی وطن اور گاؤں کے لوگ آپ سے عقیدت مندانہ لگاؤ رکھتے تھے، انتہائی محبت کے ساتھ آپ سے درخواست کرتے کہ حضرت آج ہمارے یہاں ناشتہ کرلیں، کوئی نیاز مند عرض کرتا کہ ہمارے یہاں کھانا تناول فرمالیں اور جب حضرت قبول فرماتے تو اُن کا چہرہ خوشیوں سے تمتمانے لگتا۔

خوش اخلاقی، نرم خوئی اور قابلِ ذکر خصوصیتیں

آپ جن اخلاقِ فاضلہ، اوصافِ حمیدہ اور ظرف عالی کے حامل تھے، قلم اس کا نقشہ کھینچنے سے عاجز ہے، بجا طور پر آپ نبوی اخلاق سے متصف اور صحابہ کے کردار وعمل کا نمونہ تھے، اسلاف کی روایات، اُن کا طرزِ زندگی، ان کے اوصافِ کریمانہ اور اخلاقِ عالیہ نمایاں طور پر آپ کی زندگی میں نظر آتے تھے، حضرت مولانا قاری شبیر صاحب دربھنگوی آپ کے متعلق رقمطراز ہیں:

> ''میرے حلقۂ احباب میں بعض حضرات ایسے ہیں جنھوں نے اکابر کی کتابوں سے علمی وعملی ہر دو لحاظ سے بڑے منافع حاصل کئے، بطورِ خاص میرے نہایت قریبی اور دیرینہ رفیق حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اور احباب کے مقابلہ میں اس چشمۂ صافی سے کہیں زیادہ سیراب اور بے انتہا فیض یاب ہوئے، یہی وجہ ہے کہ موصوف کے مزاج ومذاق اور کردار وگفتار میں ہمیں بزرگانِ سلف کی زندگی کی جھلک ملتی ہے''
>
> (حدیث دوستاں ص:۲۸)

آپ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں کیا لکھوں، جو آپ سے ایک مرتبہ ملتا وہ تمام دنیا جہان کو بھول کر بس آپ کا ہوکر رہ جاتا، اسے آپ کے اندر باپ کی محبت، استاذ کی شفقت اور وہ سب کچھ ملتا جس کا اسے گمان تک نہ ہوتا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ دور دراز سے آئے ہوئے طلبہ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے اور ان کی تعلیم وتربیت پر اپنا تن من دھن سب نچھاور کردیتے، تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت پر آپ خاص توجہ اور اہتمام فرماتے، محنتی طلبہ سے بہت محبت کرتے، کوئی خدمتِ دین میں لگ جاتا تو بہت خوش ہوتے، دعائیں دیتے اور حوصلہ افزائی کرتے، حضرت کا مشن تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو خدمت دین کے جذبہ سے سرشار ہو؛ چنانچہ آپ نے نہ جانے کتنوں کو مفتی، محدث، سلیقہ مند مدرس، قلمکار اور انشاء پرداز بنادیا ؎

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

تصنیفات وتالیفات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء سن شعور سے ہی مطالعہ کا ذوق جنون کی حد تک تھا، اپنے گھر، بستی کے مدرسے اور بستی میں موجود ایک اور کتب خانہ کی تمام کتابیں مکرر، سہ کرر مکتبی تعلیم کے زمانے میں مطالعہ کر لی تھی اور اس جنون میں اخیر زندگی تک ذرہ برابر کمی نہ آئی، بایں ہمہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود لکھتے ہیں کہ میری طبیعت لکھنے سے ہمیشہ بھاگتی رہی، مگر حضرت کے سوز جگر، اور مصفی ومجلی قلب ودماغ نے صفحۂ قرطاس پر ایسے ایسے بیش بہا مضامین ثبت کروادئے ہیں جو ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک قیمتی سوغات اور انمول خزانہ ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تیس سے زائد کتابیں مختلف موضوعات پر منصۂ شہود پر آچکی ہیں، آپ ایک بلند پایہ ادیب اور اچھے صاحب قلم تھے، آپ کی تحریروں کی خاصیت ہے کہ جو پڑھتا ہے پڑھتا چلا جاتا ہے اور کاتب کے احساس، اس کی فکر اور اس کے سوز دروں میں ڈھلتا چلا جاتا ہے، آپ کی تحریروں کی ترجمانی مجھ جیسے پھوہڑ، بے بضاعت، بے زبان وبے قلم سے ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے، اس لئے حضرت کی کتابیں خود پڑھیں اور اپنی زندگی کی شمعیں روشن کریں۔

حضرتؒ سے راقم کی دید وشنید

آپ کی روحانی اولاد کی ثنا خوانیوں کے ذریعے آپ کا ایک حسین وجمیل نقش احاطۂ دارالعلوم دیوبند میں میرے لوح قلب پر ثبت ہو چکا تھا؛ لیکن باقاعدہ ملاقات وتعارف ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ میں اس وقت ہوا جب تبدیلی آب وہوا کے لئے آپ کی دارالعلوم حیدرآباد میں تشریف آوری ہوئی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پہلے ہی بذریعہ فون خبر اور حکم دے دیا تھا کہ حضرت مولانا تمہارے یہاں تشریف لانے والے ہیں، حضرت کی خدمت کرنا اور خوب خیال رکھنا، جب حضرت تشریف لائے تو اساتذۂ دارالعلوم حیدرآباد نے مجھ سے کہا حضرت رحمۃ اللہ علیہ تمہیں یاد کر رہے تھے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے دیدار سے بہرہ ور ہوا، نورانیت، للّٰہیت، خشیت اور آہِ سحرگاہی سے دمکتا ہوا آپ کا مکھڑا تھا، میں کافی دیر بیٹھا رہا، مختلف خدمات کی سعادت مجھ سیاہ کار کے حصہ میں آئی، اس پہلی ملاقات سے تعلق اتنا بڑھا کہ میری حاضری میں تاخیر ہوتی تو حضرت فون کے ذریعہ مجھے بلاتے، ایک مرتبہ اپنے خادم خاص مولانا اصغر حسین سے فرمانے لگے کہ میاں مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے مولوی امداد الحق کہاں ہیں انہیں بلاؤ، حضرت نے اتنی توجہات، عنایتیں، محبتیں، اس ذرۂ بے مقدار پر کیں،

جنہیں الفاظ کی گرفت میں لانا مشکل ہے، میری زندگی میں آپ کی ذات والا صفات پہلی وہ ذات تھی، جن کی محبت اور بزرگی اتنی سرعت کے ساتھ میرے خانۂ دل میں جاگزیں ہوگئیں، دارالعلوم حیدرآباد سے جانے کے بعد بھی حضرت نے قیام ممبئی اور سراج العلوم چھپرہ کے زمانے میں اس ناچیز کو کئی مرتبہ یاد فرمایا، والد صاحب کی رحلت کے بعد تعزیتی فون کیا وہ تعزیت کیا تھی، اتنی محبت، شفقت اور ہمدردی جیسے میرے والد ہی مجھ سے محو گفتگو ہیں، آپ کی زبان مبارک میں بے انتہاء حلاوت، ہمدردی، اپنائیت، محبت اور درد ہوتا تھا۔

سوانحی خاکہ

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ مطابق ۵ رفروری ۱۹۵۱ء بروز دوشنبہ کی شب میں ہوئی، دوڈھائی سال کی عمر تھی کہ والدہ کا مبارک سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ کے والد ماجد جناب شعیب کوثر صاحب نیک، دیندار، جماعت کے پابند تھے، شاعر تھے اور شاعری میں تخلص کوثر رکھتے تھے اور اپنے گاؤں ''بھیرہ'' میں ایک بزم ''انجمن رشیدیہ'' کے نام سے قائم کی تھی، جس میں گاہ بگاہ مشاعروں کا انعقاد ہوتا، قرب ونواح کے شعراء اس میں شریک ہوتے، آپ ۲۹/۵/۱۴۲۹ھ مطابق ۵رجون ۲۰۰۸ء کو آغوش رحمت میں چلے گئے، آپ کے جد امجد جناب عبدالحق صاحب ذاکر وشاغل اور صاحب نسبت بزرگ تھے، آپ کھنڈہ ضلع اعظم گڑھ کے ایک نقشبندی بزرگ حافظ حامد حسن صاحب سے بیعت تھے، اور ان کو بہشتی زیور پر عبور حاصل تھا، اس کی جزئیات ازبر تھیں۔

ابتدائی تعلیم

ناظرۂ قرآن اور ابتدائی اردو کی تعلیم اپنے والد ماجد اور بڑی ہمشیرہ سے حاصل کی، بعد ازاں مکتب میں درجۂ اول میں داخل کئے گئے، آپ کے پرائمری کے اساتذہ میں حافظ عبدالغنی صاحب، مولوی محمد یوسف صاحب اور ماسٹر شفیع احمد صاحبؒ ہیں، آپ نے پرائمری درجۂ پانچ کا امتحان ۲۲ راپریل ۱۹۶۲ء کو نمایاں کامیابی کے ساتھ پاس کیا۔

متوسط تعلیم

فارسی اور کچھ عربی کی ابتدائی تعلیم اپنی بستی میں مولوی عبدالستار صاحب اور مولوی ممتاز احمد

صاحب سے حاصل کی، ۱۳ سال کی عمر میں شوال ۱۳۸۳ھ میں جامعہ احیاء العلوم مبارکپور کے عربی دوم میں داخل ہوئے، یہاں آپ نے ۱۳۸۸ھ تک عربی پنجم تک تعلیم حاصل کی، یہاں کے قابل ذکر اساتذہ میں مولانا زین العابدین صاحبؒ اور مولانا مسلم صاحبؒ ہیں۔

اعلیٰ تعلیم

شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء کو دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی ششم میں داخل ہوئے، آپ کے اسباق حضرت مولانا سالم صاحب، حضرت مولانا قمرالدین صاحب اور مولانا اختر حسین میاں صاحب کے پاس تھے اور باقاعدہ آپ نے تکمیلِ فضیلت ۱۳۹۰ھ میں دارالعلوم حسینیہ چلہ امروہہ سے کی جہاں آپ نے مولانا افضال الحق صاحب جوہر، مولانا عبدالمنان صاحب مظفر پوری، مولانا عطاء اللہ صاحب دیوریاوی اور مولانا یحییٰ صاحب امروہی سے مختلف حدیث کی کتابیں پڑھیں، بعد فراغت آپ نے قرآن کریم بھی حفظ کیا۔

عملی میدان

فراغت کے بعد آپ نے میسور میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دئے، اس عرصہ میں آپ کے وعظ اور تقریروں کا پورے شہر میں ڈنکا بج رہا تھا؛ لیکن اکابر کے اصرار پر یہ سلسلہ صرف ایک سال تک رہا، پھر جامعہ اسلامیہ بنارس میں ایک سال، مدرسہ دینیہ غازیپور میں نو سال، وصیۃ العلوم الہٰ آباد میں چار سال، ریاض العلوم گورینی میں چار سال اور مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں ۱۹۸۹ء تا ۲۰۱۳ء یعنی چوبیس (۲۴) سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، اور رواں تعلیمی سال (شوال ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء) سے آپ سراج العلوم چھپرہ سے متعلق ہوگئے تھے اور یہیں آپ کی ابدی آرام گاہ بنی، درس نظامی کی تمام کتابیں آپ کے زیر درس رہیں اور حدیث میں مسلم شریف، نسائی شریف اور مشکوٰۃ شریف کا بھی آپ نے درس دیا۔

تصوف اور سلوک

آپ نے راہِ سلوک طے کرنے کے لئے حضرت مولانا عبدالواحد صاحب پاکستانی کے دستِ حق پر بیعت کیا، آپ کو خلافت واجازت سے بھی سرفراز کیا گیا، آپ کے خلفاء میں مفتی تبارک صاحب پورنوی اور قاری عبدالحسیب صاحب انجان شہید اعظم گڑھ ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

آپ نے مختلف موضوعات پر ۳۰ سے زائد کتابیں چھوڑی ہیں، جن میں زیادہ مشہور ''حیات مصلح الامت، بطواف کعبہ رفتم، تہجد گذار بندے، اخلاق العلماء، حکایتِ ہستی، منصبِ تدریس اور حضرات مدرسین، مدارس اسلامیہ مشورے اور گذارشیں'' ہیں۔

پسماندگان

آپ کے پسماندگان میں سات صاحبزادگان مولانا عارف، مولانا عادل، مولانا عابد قاسمی، مولانا عامر قاسمی، مولانا راشد قاسمی، مولانا عرفات قاسمی اور عزیزم محمد احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور تین صاحبزادیاں اور آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں، اہلیہ محترمہ دیندار، عبادت گذار، شب بیدار، عابدہ، زاہدہ اور ایک نیک سیرت خاتون ہیں۔ آپ کی تمام اولاد کی تربیت میں آپ کی اہلیہ محترمہ کا بڑا ہاتھ ہے۔

التماسِ دعا

اس مختصر سے تذکرہ کے بعد محترم قارئین سے بصد ادب گذارش ہے کہ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے لئے مغفرت ورحمت اور رفعِ درجات کی، اور تمام پسماندگان کے لئے صبر واجر کی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔

☆☆☆

جناب حفیظ نعمانی صاحب کے لئے دعائے صحت کی گزارش:

[ہمارے بڑے بھائی (حضرت والد ماجدؒ کے دوسرے نمبر کے صاحبزادے) جناب حفیظ نعمانی صاحب (جنھیں ہم سب ابو صاحب کہتے ہیں) کے سینے میں تیسری مرتبہ پیس میکر لگایا گیا ہے۔ عمر کے تقاضے اور کچھ عوارض کی وجہ سے پہلے ہی ضعف ونقاہت میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا تھا کہ اچانک ایک اور آپریشن کی تکلیف انہیں جھیلنی پڑی —— پورے خانوادۂ نعمانی کی طرف سے محترم قارئین سے ان کی صحت وسلامتی کے لئے دعاؤں کی گزارش ہے —— سجاد]

جناب نظیف الرحمن سنبھلی صاحب

مولانا محب الحق مرحوم

(قدیم استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ)

مولانا نسیم احمد فریدی علیہ الرحمہ ہمارے ماموں، حکیم محمد احسن مرحوم کے یہاں سال میں ایک دو دفعہ ضرور آیا کرتے تھے۔ چوں کہ حضرت کی بینائی جاتی رہی تھی اس لئے ان کے شاگرد مولوی محب الحقؒ رہبر اور خدمت گار کی حیثیت سے ان کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ اس وقت راقم ان کے بارے میں بس اتنا ہی جانتا تھا۔ مگر یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ اب جب کہ میں نے ''مولانا آزاد کی کہانی'' سے متعلق ایک مضمون لکھا اور وہ کچھ اخباروں میں چھپا تب ان سے رابطہ کی شکل نکلی۔ دو ایک بار فون پر بات ہوئی۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد انھوں نے اطلاع دی کہ مولانا فرقان صاحب کے ذریعہ مفتی صاحب کے مقالات جو مرتب کر کے شائع کئے گئے ہیں، بھیج رہا ہوں، جن کی بابت بڑی عاجزی سے کہا کہ آپ بھی ان مقالات کے بارے میں کچھ لکھ دیں۔ ہر چند میں نے کہا مجھ سے لکھنا لکھانا نہیں آتا ہے، مگر ان کا اصرار جاری رہا۔ شاید وہ مفتی نسیم احمد فریدیؒ صاحب کی محبت اور ان سے تعلق کی وجہ سے اتنا اصرار کر رہے تھے جو ایک طرح سے ضد کی حد کو چھو رہا تھا۔ بہر حال مفتی فریدیؒ صاحب اور ان کے شاگرد رشید کی محبت میں ''سفر نامۂ حج'' اور مقالات جلد اول و دوم پر میں نے تعارفی قسم کے مضامین لکھے جو مختلف اخباروں میں چھپ بھی گئے۔ مرحوم کی خواہش کے مطابق ان مضامین کی فوٹو کاپیاں ان کو بھجوا دیں۔ حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ کی سوانح حیات بھی انھوں نے مجھے بھیجی تھی لیکن اس پر میں کچھ لکھ نہ سکا۔ اگر ان کی حیات میں لکھ سکتا، تو وہ کتنے خوش ہوتے!

یہ تو وہ باتیں ہیں جو مفتی نسیم احمد فریدیؒ صاحب کے تعلق سے قلمی کام کے زمرے میں آتی ہیں اور جو

مولانا محب الحق صاحب مرحوم سے اصل تعارف کا ذریعہ بنیں۔ ویسے ایک دن جب انھوں نے مجھے فون کیا کہ وہ سنبھل میرے غریب خانہ پر تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں، میں نے خوش آمدید کہتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ آپ اس طرح آئیں کہ ناشتہ میرے یہاں کریں جسے انھوں نے بہ خوشی قبول کرلیا۔ وہ آئے اور میں چشم حیرت سے انھیں دیکھتا رہا۔ حیرت کی وجہ یہ تھی کہ اب وہ، وہ نہ تھے جیسا کبھی پہلے ان کو دیکھا تھا۔ داڑھی پہلے بھی شرعی تھی مگر سیاہ ریش۔ اب تو اچھے خاصے بزرگ لگ رہے تھے۔ اگرچہ صورت و شکل اور جسامت کے اعتبار سے لگ نہیں رہا تھا کہ انھیں کوئی عارضہ ہوگا۔ خیر ناشتہ ہوتا رہا اور باتیں بھی۔ باتیں اپنی کم مفتی صاحب کی زیادہ۔ میں نے مفتی صاحب کا انداز گفتگو دیکھا ہے۔ ان کی باتیں سننے کا متعدد بار موقع ملا۔ ان کے یہاں جس طرح کی سادگی، بے نیازی اور اپنے آپ کو چھوٹا ظاہر کرنے والی بات تھی، یہ اوصاف مرحوم کی شخصیت، میں بھی نظر آتے تھے۔ بلاشبہ یہ سب کچھ مفتی صاحبؒ کی تربیت اور انکی برکت کا ثمرہ ہی ہوں گے۔

یادداشت بھی مرحوم کی بہت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار مجھے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے کسی استاد کے بارے کچھ اشتباہ تھا، فون پر مرحوم سے معلوم کیا۔ آپ نے استاد کا نام اور کالج [شاید عرب کالج دہلی] کا نام بتلایا۔ جہاں تک مولانا مرحوم کی تحریری صلاحیت کا تعلق ہے، اس کے بارے میرا خیال ہے، کہ مفتی صاحبؒ کی تربیت سے اس میں نکھار آیا ہوگا۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہر مصنف کے اندر اپنا ایک مصنف چھپا ہوتا ہے۔ بس اسے جگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مفتی صاحب نے ان کے اندر کے مصنف کو جگایا۔ مختصر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے استاد کے علم و قلم سے خوب استفادہ کیا اور ان کے سادہ اور دلنشیں طرز تحریر کو اپنایا۔ جس کے ثبوت میں ان کے اس مضمون کو خاص طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جو ''ماہنامہ الفرقان'' کی خاص اشاعت ''مفتی نسیم احمد فریدی نمبر'' میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ مقالات میں افتتاحیہ کے طور پر مولانا نے جو تعارفی مضامین لکھے ہیں، وہ بھی اس امر کی دلیل ہیں کہ وہ ایک اچھے نثر نگار تھے۔ مولانا نے جو کچھ بھی لکھا اس میں ان کا خلوص اور مفتی صاحب مرحوم سے بے پناہ محبت شامل ہوتی تھی۔ اس کی گواہ انکی تصانیف ہیں۔ جن کے بارے میں دوسرے اہل علم لکھیں گے۔

مرحوم کا اخلاق بلند تھا۔ وہ مجھ جیسے بے علم سے اس طرح پیش آتے جیسے میں بھی کوئی عالم دین ہوں۔ حالاں کہ علم دین سے تو میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

مولانا کی بیماری وغیرہ کی کوئی اطلاع پہلے سے نہیں تھی۔ اچانک عزیزم مولانا عمران ذاکر صاحب نے ایک دن اطلاع دی کہ یکم ستمبر بروز اتوار آپ کے مولانا محب الحق صاحب کا انتقال ہوگیا۔ یہ خبر سن کر بہت قلق اور رنج ہوا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کے الفاظ زبان پر آ گئے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی قبر کو اپنی رحمت سے بقعۂ نور بنا دے۔ جانے کو تو سب جاتے ہیں مگر بعض لوگوں کا جانا زیادہ ہی محسوس ہوتا ہے۔ دراصل وہ، وہ کام کر رہے تھے جو کسی اکیلے آدمی کے بس کا کام نہیں ہوتا۔ خدا کرے کوئی صورت ان کے کام کو جاری رکھنے کی نکل آئے دیکھئے ع

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق

آخر میں اس دعا کے ساتھ کہ جس سبزہ زار میں آپ مدفون ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا رہے۔ اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے [آمین]

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

قلم برداشتہ لکھ رہا ہوں، یہاں ایک بات اور یاد آ گئی، وہ یہ کہ مولانا مرحوم کا ارادہ اپنے استاد اور مرشد مفتی نسیم احمد فریدیؒ کی سوانح لکھنے کا تھا، امید کی جانی چاہئے کہ یہ کام بھی انشاء اللہ تکمیل کو پہنچے گا۔

☆☆☆

الفرقان کی ڈاک

(۱)

مکتوب گرامی مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ

برادرِ عزیز میاں سجاد (مدیرِ الفرقان) حفظہٗ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پرسوں نومبر کا شمارہ آیا، پورا شمارہ ہی تعزیت نامہ بن گیا ہے۔حبیب مرحوم کا تو افسوس چل ہی رہا تھا، یہ مولوی محب الحق صاحب بھی یکا یک رخصت ہوجانے والوں میں سے ہولئے۔اللہ بال بال مغفرت فرمائے۔حیاتِ نعمانی کے اجراء میں آئے تھے،صحت کے اعتبار سے کوئی آثار ایسے نہ تھے۔اس موقع پر وہ نہ آئے ہوتے تو ان کے تعلق کا اندازہ نہ ہوتا،اس اندازہ ہی نے اس خبر کو ایک تعلق والے کی موت کی خبر بنا دیا اور حبیب کے ساتھ یہ ایک محب کی موت بن گئی۔دو ہفتے بعد ان شاء اللہ وطن پہنچنا ہوگا،تو امید ہے کہ امروہہ بھی جانے کا موقع مل جائے۔

گذشتہ شمارے میں حبیب پر تم نے لکھا اور میں نے پڑھا بھی مگر وہ خیال جو اس وقت آنا چاہئے تھا، اب مولوی عبدالمؤمن میاں کا مضمون تازہ شمارے میں دیکھ کر آیا ہے۔یعنی یہ کہ مجھے بھی کچھ لکھنا تھا۔گذشتہ مہینے میں محفلِ قرآن (جلد ۳) پوری کرنے کی مہم میں ایسا غرق تھا اور وقت کے مقابلہ میں ایک دوڑ کی کیفیت، کہ انڈیا جانے کی تاریخ سے پہلے کام پورا جائے۔اب تازہ شمارہ آیا تو الحمدللہ کام تقریباً پورا ہوگیا تھا اور ذہن کو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کا موقع۔میں نہیں جانتا کہ حبیب مرحوم اپنے گھرانے میں اپنے بیوی بچوں کے علاوہ کسی اور کی بھی ضرورت تھے۔سب لوگ اپنے اپنے کاموں کے لئے خود کافی۔اس لئے گھر میں کسی کو اس لحاظ سے ان کی کوئی کمی مشکل ہی سے محسوس ہوگی۔مگر میں جواب کی سنبھل پہونچوں گا تو

سوچ میں پڑوں گا کہ میرے وہ کام کون کرے گا جو حبیب کے ہاتھ انجام پاتے تھے؟ جب سے برادرم عبدالمؤمن کا گھر بن گیا ہے تب سے میرا قیام تو اسی میں ہوتا ہے، لیکن میری باہر کی اکثر ضرورتوں کے مدار المہام حبیب ہی ہوتے تھے۔ اور جیسا کہ مولوی مؤمن نے لکھا ہے مزاج میں چستی اور پھرتیلا پن ایسا اللہ نے دیا تھا کہ جس کام کی جلدی ظاہر کی وہ انا فانا ہی ہو گیا۔ علاوہ مزاجی چستی کے میرے ساتھ معاملہ، اور سب بھائیوں کی طرح، انتہائی لحاظ اور احترام کا بھی تھا۔ اور لیجئے میں اپنی ہی کہہ رہا ہوں، جس کا دو یک ہفتے کا عارضی قیام سال بھر میں ہوتا تھا (کہ بیشتر وقت لکھنؤ کی نذر ہو جاتا ہے) اپنی بہن صاحبہ (آپ کی بھابھی) کی از روئے صحت دیکھ بھال تو اسی جانے والے نے اپنی ذمہ اس وقت سے لے رکھی تھی جب سے وہ اپنی کمزور صحت اور عمر کے ناتے مجبور ہوئیں کہ بقیہ زندگی لندن چھوڑ کر بھائیوں کے پاس گزار دیں۔ ان کی صحت کی کمزوری کا جو حال اب یہ ہو گیا ہے، جو اس سفر میں ضرور دیکھ آئے ہوں گے، کہ بعض دنوں میں حبیب مرحوم کو بار بار دوڑ ان کو دیکھنے اور علاج معالجہ کرنے کے لئے لگانی پڑتی تھی، مگر ذرا بھی جو عذر یا سستی بلاوے پر ہوتی ہو۔ ادھر ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور ادھر حبیب پہونچے، اب اللہ ہی کوئی نعم البدل اپنی بندی کے لئے مہیّا کرے اور اس عزیز بھائی کو بھرپور اجر سے نہال قبر ہی کی زندگی سے کرے۔

حبیب کی حکیمی کا متبادل ان کی بہن ہی کو نہیں چاہئے، لندن اور سنبھل کی آب و ہوا میں جو فرق ہے اس کے نتیجہ میں میں خود وہاں چھوٹے موٹے علاج معالجے کا ضرور محتاج ہو جایا کرتا ہوں، تو اب جو جاؤں گا تو اس پہلو سے بھی حبیب کی یاد ستائے بغیر شاید نہ رہے گی۔

مرحوم کی حکیمی کا قصہ بھی خوب ہے۔ ابنِ حکیم ہونے کی بنا پر وہ آدھے حکیم تو پیدائشی رہے ہوں گے، پھر کافی دن تک چچا صاحب (یعنی اپنے والدِ مرحوم) کے دواخانے میں نسخہ بندی کی خدمت بھی باقی بعض بھائیوں کی طرح مرحوم کے حصہ میں آئی تو دواؤں اور امراض کا رشتہ جان سکنے کے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنی پیدائشی حکیمی کا درجہ آگے بڑھایا اور بعد میں جب ذہن اسے ذریعۂ معاش بنانے کی طرف راغب ہوا تو پھر اردو میں دستیاب طبی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، ساتھ میں ہومیوپیتھی کی کتابوں کا بھی۔ غرض پوری سنجیدگی سے اس راہ کی لیاقت حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ چچا صاحب کے نسخوں کا ایک پورا ذخیرہ بھی ان کے پاس تھا جو اس راہ میں بڑا مددگار رہا۔

میاں عبدالمؤمن نے مرحوم کے دینی حال کے بارے میں بہت کچھ لکھ دیا ہے، اور وہی لکھ بھی

سکتے تھے کہ ہر وقت کا ساتھ تھا۔ ایک بات مجھے اس میں نظر نہ آئی جو میں اپنے زمانۂ قیام میں ہمیشہ بڑے تأثر سے دیکھتا رہا ہوں، ظہر کی نماز وہ اپنے مطب کی مصلحت سے اپنے بالکل گھر کی مسجد کے بجائے ذرا ایک فاصلہ کی مسجد (جسے وہاں روضہ والی مسجد کہا جاتا ہے) میں ایک گھنٹہ پہلے ہونے والی جماعت سے پڑھتے تھے۔ اس کی پابندی کے معاملہ میں مرحوم کا حال میں نے ہمیشہ رشک کی نظر سے دیکھا۔ ان کی خداداد پھرتی اور چستی کے بہترین مصرفوں میں سے ایک اس کو کہا جا سکتا ہے۔ خوشی ہے کہ یہ چستی اور پھرتی مرحوم کے ساتھ چلی نہیں گئی، ایک بیٹے کو پورے طور سے وراثت میں ملی ہے۔ میاں عبدالمؤمن نے عزیزی ایمن حبیب کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے، مبالغہ نہ ہوگا اگر کہوں کہ باپ سے دو ہاتھ آگے۔ وہ حکیمی کے معاملے میں بھی ان کا قائم مقام ہونے کی صلاحیت کا اظہار کرتا رہا ہے۔ اللہ دونوں بیٹوں اور بیٹی کے لئے وہ مقدر فرمائے جس میں خیر ہو۔ قارئینِ کرام سے اس عاجز کی بھی اپنے بھائی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

والسلام عتیق الرحمٰن

۱۰ر نومبر ۲۰۱۳ء

(۲)

[الفرقان کے پرانے قدردانوں میں ایک صاحب ہیں جو ''زمانے کا فیشن'' بدل جانے کے باوجود قدیم روایات پر ثابت قدم ہیں، یعنی تبلیغی کام سے بھی بھرپور تعلق رکھتے ہیں اور اہل علم و ذکر سے بھی حتی المقدور رابطہ رکھتے اور استفادہ کرتے رہتے ہیں —— اور اس صورت حال کی اصلاح کے لئے متفکر اور کوشاں بھی رہتے ہیں کہ خود اپنی ''جماعت'' اور اپنے حلقے کے اندر بہت بے اعتدالی اور افراط و تفریط پھیل رہی ہے —— خصوصاً تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے کچھ ناپختہ لوگ کچھ ایسے انداز سے اس دعوت کے مزاج کو سمجھ اور سمجھا رہے ہیں جس سے شدید غلط فہمیاں اور بے اعتدالیاں پھیل رہی ہیں، اور علماء و مشائخ سے بے نیازی بلکہ ان کی تحقیر و ایذاء کا مزاج عام ہو رہا ہے —— اور یہ وہ بیماری ہے جس کی اصلاح تبلیغی محنت کے اہم ترین مقاصد میں تھی۔

ہمارے ان کرم فرما کا احساس ہے کہ اگر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے افکار و سوانح پر مشتمل کتاب ''تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ'' کو تبلیغی کارکن حضرات غور سے پڑھ لیں

گے تو بشرط سلامتِ طبع ان کی فکر وفہم کے رخ میں پختگی وسلامتی پیدا ہوجائے گی اور وہ مروجہ بے اعتدالی سے محفوظ رہیں گے۔ اور ان کا مزید خیال یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کتاب میں بھی مولانا محمد یوسف کی شخصیت کی تاریخ بیان کی گئی ہوگی، اور تبلیغی کارکنوں کو عام طور پر شخصیتوں کے ذاتی حالات جاننے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی اس لئے بہت سے حضرات اس کتاب کے مطالعہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اسی احساس یا تجربہ کی وجہ سے انہوں نے خود محنت کرکے اس کتاب کے مضامین کا ایسا اشاریہ مرتب کرنے کی کوشش کی ہے جس سے کتاب کے اصل مضامین تبلیغی کارکنوں کے لئے زیادہ واضح ہوجائیں۔

ادارۂ الفرقان موصوف کے شکریہ کے ساتھ ان کا خط اور اشاریہ نذر ناظرین کررہا ہے ادارہ]

۱۱/ستمبر ۲۰۱۳ء

محترمی ومکرمی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت موجود خیریت مطلوب

بندہ آپ کے پروگرام اور تقاریر، تفسیر پابندی سے سنتا ہے جزاك الله خيرا و تقبل الله

اس خط کے ساتھ ایک اشاریہ برائے تذکرہ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ الفرقان نمبر بھیجا ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔ مولانا طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم اس رسالہ کو خوب پھیلا رہے ہیں اور ہر تبلیغ والے کو اور علماء کو اور دیگر مسلمانوں کو اس کے پڑھنے کی تاکید کررہے ہیں۔ انہوں نے ایک..... مجموعہ بنایا ہے جس میں الفرقان حضرت جی نمبر، ملفوظات مولانا الیاس صاحبؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کی نصیحتیں پرانے کارکنوں کو اور حضرت جیؒ کی تقاریر، اہم بیان وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا طلحہ صاحب نے لکھنؤ الفرقان دفتر کو تین ہزار الفرقان حضرت جی نمبر بھیجنے کا آرڈر دیا ہے۔ حال ہی میں ایک ہزار وصول ہوئے ہیں۔

مینجر یحیوی کتب خانہ نے مجھے فون کیا تھا کہ وہ اپنے کارکنوں سے ہر رسالے کا یہ اشاریہ جو ملفوف ہے ہاتھوں سے لگاتے ہیں۔ (یعنی اشاریہ کو ''تذکرہ حضرت جی'' کے ہر نسخے کے ساتھ الگ سے منسلک کرتے ہیں) کیا ہی اچھا ہوجائے کہ یہ اشاریہ اس کتاب کا ایک حصہ ہی بن جائے۔

دراصل سوانح مولانا یوسف صاحب سن کر اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ '' مولانا کب پیدا ہوئے، کیا

پڑھا، کس سے پڑھا بس اور وفات کہاں کب ہوئی، آخر میں حالات اس وقت کیا تھے'' وغیرہ سوانح میں ہوں گے اور تبلیغ کے پرانے پرانے کارکنان کو جب میں نے یہ کتاب ہدیہ میں دی اور بتلایا تو سب تعجب کررہے تھے اور فرمائشیں کررہے تھے کہ انہیں بھی یہ ملے یہ تو بہت کام کی چیز ہے۔ مولانا طارق جمیل صاحب اور اکثر پڑوس کے ساتھیوں نے تو اس رسالہ کا نام تک نہیں سنا تھا میں مولانا طارق جمیل صاحب کو ایک رسالہ دے آیا ہوں۔

الحمدللہ بندہ اپنی سی کوشش کررہا ہے اور ہدیہ میں یہ کتاب دیتا ہے جس کی بڑی قدردانی ہورہی ہے۔

غیر ممالک میں جو جماعتیں جاتی ہیں ان کو بھی میں یہ رسالہ آٹھ دس کی تعداد میں دیتا ہوں اور یہ ہدایت بھی کہ اس کو اسی ملک میں کسی اردوداں کو دے کر آنا اور واپس آکر مجھ سے دوبارہ لے لینا اور سفر کے دوران میں بھی بار بار اس کا مذاکرہ کرنا تاکہ کام کا نہج صحیح اور اصلی رہے۔ جوابی پوسٹ کارڈ بھی رکھ دیا ہے

تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

الفرقان بکڈپو،

۱۱۴۔۳۱ نظیر آباد، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

یہ کتاب تبلیغ کی مکمل گائڈ بک ہے، ہر تبلیغ کا کام کرنے والے کو اور خصوصاً پرانوں کو اسے مطالعے میں رکھنا چاہئے، اور از اول تا آخر بار بار پڑھتے رہنا چاہئے، سارے ہی مضامین قیمتی ہیں اور مفید بھی، جس سے کام کی اصل روح کیا ہے، یہ پتہ چلتا ہے،

۱۔مشورہ	ص۔ ۱۰۲	۱۲۔ذکر اللہ کی اہمیت	ص۔ ۹۵
۲۔گشت	ص۔۹۹	۱۳۔چند نمونے کے بیانات	ص۔ ۱۲۸ تا ۱۵۹
۳۔دعا	ص ۱۸۴	۱۴۔سنت نبوی کے مطابق شادی	ص۔ ۱۲۴
۴۔خصوصی گشت	ص۔۱۷۹	۱۵۔زندہ لوگوں کی تعریف سے بچنا، الحی لا یومن ص۔ ۱۶	
۵۔چھ نمبر	ص ۹۳	۱۶۔سارے اکابر سے والہانہ اور خادمانہ برتاؤ ص۔ ۴۷	

۶۔ جماعتوں کو دی جانے والی ہدایات ص۔۱۷۵	۱۷۔مولانا محمد یوسف صاحب کی چند خصوصیات ص۔۴۵
۷۔مقامی کام ص۔۹۸	۱۸۔مختصر بیانات ص۔۴۹تا۵۴ ۱۶۰تا۱۷۴
۸۔کالج کے طلباء میں کام ص۔۱۰۵	۱۹۔تقریر و بیان کے مضامین ص۔۱۰۱
۹۔مستورات کا کام ص۔۱۰۵	۲۰۔ ہر جزء اور ہر لفظ کو غور سے پڑھنا ص۔۱۰۶
۱۰۔تعلیم ص۔۱۰۱	۲۱۔خانقاہیں اور علمی مراکز سے تعلق ص۔۱۰۹
۱۱۔حاجیوں میں کام ص۔۱۷۔۱۱۰۔۱۱۸	

☆☆☆